تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

26

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

3 تا 9 ذوالحجہ 1442ھ/13 تا 19 جولائی 2021ء

انقلابی کارکنوں کا ایک اہم وصف
ملامت ومخالفت سے بے پروائی

راہ حق میں ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی۔ لوگ ہمدرد بن کر کہتے ہیں: میاں اپنے کیریئر کی فکر کرو، کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو، اپنی اولاد کے متعلق سوچو، بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں --- تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ پاگل اور دیوانے ہوگئے ہو؟ کہ بس ایک دُھن تم پر سوار ہوگئی ہے، کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ دوسری مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے: شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو! صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لیے کھڑے ہورہے ہو؟ ہم نے اپنے آباءواجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے، اس کی مخالفت کررہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف نادان تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین وقائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں؟ پھر ان کی سیادت وقیادت ہے، ان کا اثر ورسوخ ہے، ان کے ہاتھ میں قوت وطاقت ہے، ان کے مالی ومعاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سر پھرے کیا تیر مار لوگے؟ --- ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں، اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لیے لگانا، یہ ہے وہ اہم وصف جو سچے اہل ایمان میں ہونا ناگزیر ہے، جو غلبۂ دین حق کے لیے کوشاں ہوں۔

منہج انقلاب نبوی ﷺ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

Absolutely Not!

ہر امتی کا بنیادی مسئلہ

مقبوضہ کشمیر، انڈین APC اور ....

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (vi)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا

اپنے عمل کا حساب

الھدیٰ (944)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ تعالیٰ سے کوئی کام چھپ نہیں سکتا

سُورۃُ النُّور | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت: 64

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ ؕ
وَ یَوۡمَ یُرۡجَعُوۡنَ اِلَیۡہِ فَیُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۶۴﴾

آیت: ۶۴ ﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ ؕ﴾ ’’آگاہ ہو جاؤ! یقیناً اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے تم جس حال پر ہو۔‘‘

اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم ایمان و یقین کے حوالے سے کس مقام پر کھڑے ہو۔ وہ تمہارے ایمان کی کیفیت‘ نیت کے اخلاص اور عمل کی تڑپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔

﴿وَ یَوۡمَ یُرۡجَعُوۡنَ اِلَیۡہِ فَیُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ﴾ ’’اور جس دن یہ لوگ لوٹائے جائیں گے اُس کی طرف تو وہ انہیں جتلا دے گا جو کچھ بھی عمل انہوں نے کیے ہوں گے۔‘‘

﴿وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۶۴﴾﴾ ’’اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔‘‘

یہ تو ممکن ہے کہ مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گزرو لیکن اللہ تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا، نہ اُس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے موجودہ حالات سے باخبر ہے ایسے ہی اُس دن کی کیفیت مجازات سے بھی پورا آگاہ ہے۔ جب تمام مخلوق حساب و کتاب کے لیے اُس کی طرف لوٹائے جائے گی اور ہر ایک کے سامنے اس کا ذرہ ذرہ عمل کھول کر رکھ دیا جائے گا ایسے علیم الکل اور مالک الکل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظيم ‘ ونفعنی وایاكم بالآيات والذّكر الحكيم ○○

فرمان نبویؐ

مومن اور منافق میں فرق

عَنۡ کَعۡبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ : ((مَثَلُ الۡمُؤۡمِنِ کَالۡخَامَۃِ مِنَ الزَّرۡعِ تُفَیِّئُھَا الرِّیۡحُ مَرَّۃً وَتَعۡدِلُھَا مَرَّۃً وَمَثَلُ الۡمُنَافِقِ کَالۡاَرۡزَۃِ لَا تَزَالُ حَتّٰی یَکُوۡنَ انۡجِعَافُھَا مَرَّۃً وَاحِدَۃً))

(رواہ البخاری)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کی مثال کھیتی کے پودوں کی طرح ہے کہ ہوا کبھی اس کو ادھر ادھر جھکا دیتی ہے اور کبھی اس کو سیدھا کر دیتی ہے، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے کہ وہ ہمیشہ سیدھا قائم و دائم رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک ہی دفعہ اکھڑ جاتا ہے۔‘‘

تشریح: مومن کو اس دنیا میں جسمانی طور پر مختلف عوارض میں مبتلا کیے جانے پر اس حدیث میں فضلیت بیان ہوئی ہے کہ اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ یہ تکالیف اور مصائب اہل ایمان کے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک گناہگار اور منافق جس پر زیادہ آزمائش نہیں آتی، وہ آخرت میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کا سزاوار ہوگا۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Absolutely Not!

گزشتہ دنوں جب ایک امریکی صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم پاکستان نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا پاکستان امریکہ کو افغانستان میں طالبان کے خلاف کارروائی کے لیے اپنے ائیربیس دے گا؟ جس پر وزیراعظم نے پُرزور اور پُراعتماد لہجے میں !Absolutely Not کہا، اس سے ساری قوم کا سرفخر سے بلند ہو گیا اور صحافی بھی ہکا بکا رہ گیا کیونکہ وہ پاکستان کے وزیراعظم سے اس طرح کے کسی ''کورے جواب'' کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ اور وہ حق بجانب بھی تھا کیونکہ پاکستان گزشتہ 70 سال سے امریکہ کو ہر سیاسی و عسکری معاملے میں !Yes boss کہتا رہا۔ کبھی ضیاءالحق کے دور میں اور کبھی جنرل مشرف کے دور میں امریکہ کے ''اشارہ ابرو'' پر پاکستانیوں کا جان و مال قربان کیا جاتا رہا۔ اور سیاسی و معاشی طور پر اس ذہنی غلامی کے لازمی نتیجے کے طور پر معاشرتی و ثقافتی سطح پر بھی Enlightened Moderation کے نام پر مغرب سے آئی ہر بات کی من و عن پیروی کو ہی اصل ترقی کی راہ سمجھا جاتا رہا۔ خواہ وہ طرز لباس ہو یا رہن سہن کا طریقہ، انگریزی تعلیمی اداروں کا نصاب ہو یا میڈیا پروگرامز، فلم اور ڈراما انڈسٹری کے ذریعے دیا جانے والا ''سبق''، حقوق نسواں کے خوشنما نعرے کے تحت ''میرا جسم میری مرضی'' کے اعلان ہوں یا عائلی و گھریلو زندگی کا ''سلیقہ''۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس انٹرویو میں وزیراعظم نے فحاشی و عریانی کو بڑھتے ہوئے جنسی تشدد کا سبب قرار دینے کے اپنے سابقہ بیان پر سوال کا جواب دیتے ہوئے ان سب باتوں کا حوالہ بھی دیا۔ اس سب کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پارلیمنٹ میں قانون سازی تو یہ کی جاتی کہ کس طرح الیکٹرانک و سوشل میڈیا پر بڑھتی ہوئی فحاشی و عریانی کو روکا جائے، ایکٹ تو لایا جاتا اس بات پر کہ تعلیمی و دیگر اداروں میں مخلوط ماحول کی وجہ سے بڑھتے ہوئے ''بغیر نکاحی'' تعلقات کے نتیجے میں جنسی بے راہروی میں کس طرح کمی لائی جائے، بل پاس ہوتا تو اس بات پر کہ کس طرح ہمارے تعلیمی نظام میں یہ تعلیم دی جائے کہ مرد و عورت کا باہمی تعلق نکاح کے پاکیزہ بندھن سے ہی قائم ہو سکتا ہے تاکہ محبت کا جذبہ پوری طرح شوہر اور بیوی کے درمیان مرکوز رہے اور گھر میں مخالفت و تشدد کی بجائے موّدت و رحمت کی فضا قائم ہو سکے۔

لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ متذکرہ بالا مثبت کوششوں کی بجائے ''گھریلو تشدد کی روک تھام'' کے خوشنما نعرے کے تحت ایک ''مغرب زدہ بل'' سامنے آیا جس نے انتہائی مبہم الفاظ استعمال کر کے گھرہستی کے انتہائی نازک معاملات کو پیچیدہ کر دیا۔ پھر اس کے مقاصد میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ اس قانون کا پاس کیا جانا اقوام متحدہ کے چارٹر اور اس کی حقوق نسواں کی قراردادوں پر عملدرآمد کے لیے شروع کئے گئے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک نظریاتی بلکہ دنیا کی واحد نظریاتی ریاست ہونے کے

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 ذوالحجہ 1442ھ — جلد 30
13 تا 19 جولائی 2021ء — شمارہ 26

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ناطے ہم ان چارٹرز اور قراردادوں کا صرف اس حد تک ساتھ دے سکتے ہیں جتنا کہ ہمارا نظریہ اور اس کی بنیاد پر بنایا گیا ہمارا دستور ہمیں اجازت دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس بل کی زبان، اصطلاحات اور طرزِ تحریر صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ اُن مغرب زدہ اور مغرب پروردہ N.G.O,s کا کارنامہ ہے جن کے ریوڑ کے ریوڑ اسلام آباد میں مغرب کا معاشرتی نظام قائم کرنے اور ہمارے خاندانی نظام کو تہہ و بالا کرنے کی تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وزیراعظم کو اِس موقع پر Absolutely Not کہہ کر اِس بل کا راستہ روکنا چاہیے تھا اور ایک اسلامی ملک کے قانون ساز اداروں کے دروازے اِس پر بند کرنا چاہیے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ ایک طرف ایک خاص طبقے نے من وعن اس کی حمایت کا بیڑہ اٹھایا قطع نظر اس سے کہ اس میں بعض چیزیں اسلام اور ہمارے معاشرے کی اقدار کے حوالے سے صحیح نہ ہوں اور اپنا خاص مغربی پس منظر رکھتی ہوں۔ اور دوسری طرف ایک خاص گروہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے سیاسی مقاصد کے لیے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے اس کی کچھ چیزوں کو، جن کا منفی استعمال بہرحال ممکن تھا، بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر عوام کے سامنے ایک ڈرامائی انداز میں پیش کیا، جس سے صورتحال مزید پیچیدہ ہو گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں عدل وانصاف کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' یعنی جو صحیح ہو اسے لے لو اور جو برا ہو اسے ترک کر دو کے سنہری اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ردِعمل دینا چاہیے تھا۔

جہاں تک اس بل کی دفعات، اس میں استعمال ہونے والے الفاظ کے ممکنہ معانی اور ان کے ممکنہ نتائج واثرات کی بات ہے تو ہم اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے کیونکہ یہ بل وزیراعظم کی طرف سے اسلامی نظریاتی کونسل میں بھیجا جا چکا ہے گویا ''دیر آید درست آید'' لہٰذا اب وہ اس کا علمی و قانونی سطح پر جائزہ لے گی اور یہ انہی کا کام ہے لیکن ہم اس ''ایشو'' کو عمومی انداز میں زیر بحث لانا چاہیں گے۔

جہاں تک گھریلو تشدد کی طرح کے مسائل کا تعلق ہے تو کوئی معاشرہ بھی اس طرح کے مسائل سے خالی نہیں رہا اور بلاشبہ ہمارے معاشرے میں بھی یہ مسائل ہیں جس کا انکار تو نہ ہی کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کیا جانا چاہیے ''لیکن'' اور یہ ایک بہت بڑا لیکن ہے کہ ان مسائل کا ایک ''حل'' تو وہ ہے جسے مغرب نے اختیار کیا اور گھریلو تشدد کو ختم کرتے کرتے گھر ہی ختم کر دیا گویا ''نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری'' اور آج نتیجہ سب کے سامنے ہے جس کا ذکر بھی کارِلاحاصل ہے۔ جہاں تک معاشرے کے کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ اور ان کو اٹھانے کا معاملہ ہے تو اصل حل تو وہ ہے جو اسلام نے پیش کیا جس کو آج خود ہم مسلمانوں کو بھی تفصیل سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے انسانوں میں اونچ نیچ بھی رہی ہے۔ اگر ہم اسلام سے قبل کی انسانی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیشہ سے عائلی سطح پر مرد اونچا اور عورت نیچی رہی، معاشی طور پر سرمایہ دار یا مالک اونچا اور مزدور یا غلام نیچا رہا، اسی طرح سیاسی سطح پر قبیلہ یا ریاست کا سربراہ اونچا اور عام شہری نیچا رہا۔ اسلام سے قبل یہ اونچ نیچ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور بلاشبہ عورت، غلام اور عوام بری طرح پس رہے تھے۔ اسلام نے تاریخ انسانی میں پہلی دفعہ نہ صرف یہ نظریہ پیش کیا کہ ''پیدائشی طور پر کوئی انسان اونچا نہیں، کوئی انسان نیچا نہیں'' بلکہ اس کی بنیاد پر ''قانون اور اخلاق'' کے بہترین اور معتدل امتزاج کے ساتھ ایک نظام قائم کر کے دکھا دیا۔ لیکن دنیا کا اجتماعی نظام چلانے کے لیے ''انتظامی اعتبارات'' سے اونچ نیچ کا ہونا ضروری بھی ہے اور معقول بھی اور اس کا انکار کرنا جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے۔

ہم اگر حضور ﷺ کے بعض مبارک اقوال پر غور کریں تو اخلاقی سطح پر عورت کو مرد پر فضیلت نظر آتی ہے۔ مثلاً: باپ کے مقابلے میں ماں کی خدمت اور بھائی اور بیٹے کے مقابلے میں بہن اور بیٹی کی پرورش کو فضیلت دی اور پھر خیرکم خیرکم لاھلہ کہہ کر بیوی سے اچھے سلوک کو انسان کے اچھے ہونے کا معیار قرار دیا۔ لیکن قانونی وانتظامی طور پر گھر کا سربراہ مرد ہی کو قرار دیا اور اسی کی ''معروف'' اطاعت کا اولاد اور بیوی کو واضح حکم دیا۔ اسی طرح مزدور کو اللہ کا دوست قرار دیا اور پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی کمائی اسے دینے کا حکم دیا، لیکن ملکیت کی نفی کر کے قانونی طور پر برابری کا ناممکن العمل نعرہ نہیں لگایا۔ اسی طرح حاکم کو قوم کا خادم، نمائندہ اور اس کے حوالے سے مسئول اور جواب دہ قرار دیا۔ لیکن عوام کو نصیحت وخیر خواہی سے اس کی ''معروف'' اطاعت کا حکم بھی دیا۔ گویا عورت، مزدور اور عوام کو اخلاقی طور پر بلند تر درجہ دیا لیکن قانونی سطح پر مرد کی ''قوامیت''، سرمایہ دار کی ''ملکیت'' اور حاکم کی ''حاکمیت'' کو بہرحال قائم رکھا۔ اور تعلیم وتربیت کے ذریعے یہ تصور دیا کہ انسان کے تمام اختیارات وحقوق دراصل اس کے رب کی ''امانت'' ہیں، جن کا ناجائز استعمال اسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ''خائن'' بنا

دے گا اور اس کا بدلہ اللہ ضرور جلد چکائے گا۔ مزید یہ کہ کسی بھی سرپرست کو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے زیردست پر ظلم وتشدد کی اجازت نہیں دی، وگرنہ وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ جہاں وہ ایک برابر کے شہری ہونے کے ناطے پورا انصاف پائے گا۔ چاہے ایک بیوی اپنے شوہر کی طرف سے نشوز و اعراض یعنی ظلم وزیادتی اور واضح بے رخی اور جائز اور معروف حقوق کی عدم فراہمی پر خاندان کے سربراہوں کے سامنے مسئلہ پیش کرے یا عدالت کے ذریعے اس سے خلع تک لے لے، خواہ کوئی غلام اپنے مالک کے خلاف استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی شکایت کرے یا ایک عام شہری خلیفہ وقت سے جواب طلبی کرے یہاں تک کہ مقدمہ تک کردے۔ اسے عدالت کے روبرو پیش ہونا ہوگا اور کسی سرپرست کو ''آرٹیکل 248'' کے تحت استثناء حاصل ہونے کا کوئی تصور اسلام میں ہرگز نہیں خواہ گھر کا سربراہ ہو یا ریاست کا۔

اب ذرا غور کیجیے تو مغرب نے بھی گزشتہ چند صدیوں سے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کے تحفظ کی بات شروع کی جو کہ بلاشبہ اپنی جگہ ایک خوشنما بات ہے، لیکن اسلام نے جو کام اخلاق اور قانون کے امتزاج سے کیا وہ مغرب نے صرف قانون کے ڈنڈے کے ذریعے کرنے کی کوشش کی کیونکہ اخلاق نام کی چیز کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے جس کی نفی پر ہی تو جدید مغرب کے دو نظاموں یعنی سیکولرازم اور کمیونزم کی بنیاد ہے لہٰذا ''غیر اخلاقی قانون'' کی ''غیر اخلاقی سطح'' پر مساوات اور برابری کے نعرے نے معاشرتی سطح پر فیمنزم، معاشی سطح پر کمیونزم اور سیاسی سطح پر لبرل ڈیموکریسی کی شکل اختیار کی، جس میں بلاشبہ کچھ اچھائیاں تو ہوں گی کیونکہ ''باطل محض'' کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اس ''کورے قانون'' سے جمہوریت مادر پدر آزاد ہوگئی اور 51% کی اکثریت غیر فطری قوانین بنانے کی مجاز بھی ہوگئی جس سے گھر کا ادارہ تباہ و برباد ہوگیا اور انسان حیوان کی سطح پر آگیا، جس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس کا باپ کون ہے اور کس کا کس سے کیا رشتہ ہے اور کمیونزم مصنوعی اور غیر فطری مساوات قائم کرنے کی کوشش میں ناکام ہوگیا۔

جہاں تک ایک صالح معاشرے کے قیام کا تعلق ہے تو اسلام نے ایک انتہائی سنہری سہ منزلہ راستہ اختیار کیا جس کو سمجھنا آج کی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اسلام نے قرآن کی ایمانی دعوت کے ذریعے معاشرہ کے افراد کے ضمیر کو جگا کر ان میں ایک اخلاقی حس بیدار کی اور اپنے رب کے ہاں جوابدہی کا احساس پیدا کیا تاکہ ظلم وتعدی جنم ہی نہ لے۔ اس کے بعد امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ایک فرض قرار دے کر پورے معاشرے کو ایک اجتماعی ضمیر (A Collective Conscience) سے نوازا تاکہ اگر کسی ظالم کا شخصی ضمیر مر ہی جائے تو معاشرہ اس کا ہاتھ روک لے اور اس کے باوجود اگر جرم ہوا، کسی پر ظلم ہوا تو پھر بہترین عادلانہ قوانین عطا کئے جن کو اس صالح معاشرے کے بہترین اور قابل افراد نے منصفانہ طریقے سے نافذ کیا۔ اس کے برعکس مغرب نے اپنے افراد کو ''ضمیر'' نام کی چیز سے لاتعلق کردیا اور اپنی مدر پدر آزاد خواہشات کی پیروی کا سبق دیا لہٰذا لازمی نتیجے کے طور پر ظاہر ہونے والے ان گنت مسائل کا حل صرف قانون کے نفاذ سے کرنے کی ناکام کوشش کی اور کررہا ہے۔

آخر میں ایک تلخ حقیقت کا سامنا کیجیے کہ متذکرہ بالا اسلامی معاشرہ اس وقت دنیا میں کہیں موجود نہیں اور خود مسلمان معاشرے اس وقت عدل و انصاف کے حوالے سے مغرب سے بھی کوسوں دور ہیں گویا ع

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہمارا اپنے قانون ساز اداروں، علماء اور عوام سے سوال یہ ہے کہ آج تک ہم خود عدل و انصاف کے تقاضوں پر مبنی قانون اور نظام کیوں نہیں لاسکے کہ کبھی FATF کے کہنے پر منی لانڈرنگ کے خلاف قانون بناتے ہیں اور کبھی اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق گھریلو تشدد کے حوالے سے قوانین۔ حالانکہ پاکستان کو تو خود اسلام کی تجربہ گاہ بن کر جدید تقاضوں کے مطابق اسلام کے عادلانہ قوانین دنیا بھر میں ایکسپورٹ کرنے تھے نہ کہ امپورٹ۔ گویا کرنٹ اکاؤنٹ ڈیفیسٹ کی طرح ہمیں ''قانونی ڈیفیسٹ'' (Legal Deficit) بھی ختم کرنا ہوگا۔ جس کے لیے درآمد شدہ فکر پر مبنی قوانین کو Absolutely Not! کہہ کر رد کرنا ہوگا اور اپنے دین کی روشنی میں اپنے معاشرے کا لحاظ رکھتے ہوئے قانون سازی کرنی ہوگی۔

لہٰذا کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ قرآن کی دعوت کے ذریعے افراد میں ایمان پیدا کیا جائے جو مل کر ایک مضبوط جماعت کی شکل میں معاشرے کے اندر اجتماعی ضمیر زندہ کرے اور عدل و انصاف کے حوالے سے ایک مضبوط اجتماعی خواہش (A strong Collective Will) پیدا کرے، اور پھر اسلام کے عادلانہ نظام وقوانین کے لیے بھرپور اجتماعی کوشش کی جائے تاکہ ہم اس مملکت خداداد کو پورے عالم کے لیے نمونہ بنا کر پیش کرسکیں۔ اور ہر غیر شرعی اور غیر اسلامی قول وفعل کو Absolutely Not! کہہ کر رد کردیں۔ اللہ ہمیں اس کی جلد توفیق عطا فرمائے۔ آمین

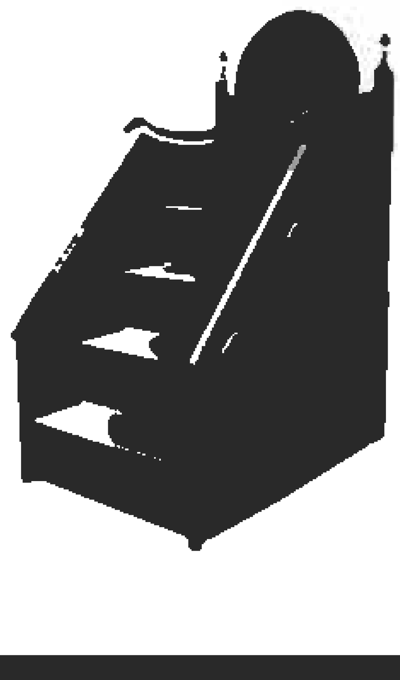

ہر اُمتی کا بنیادی مسئلہ

(سورہ القمر کی تیسری آیت کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 25 جون 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن مجید کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں ہم سورۃ القمر کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ابتدائی دو آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں جن میں حضور ﷺ کے ایک انتہائی اہم معجزے ’’شق القمر‘‘ کا بیان آیا اور اس کے ساتھ ہی یہ انذار بھی کہ قیامت بہت قریب آ چکی ہے اور جو لوگ اتنے بڑے معجزے اور نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی حق کو رد کرتے ہیں، پیغمبر ﷺ کی دعوت کو رد کرتے ہیں اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کے حوالے سے بھی بیان آیا۔ آج اسی حوالے سے ہم ان شاءاللہ آیت 3 کا مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿وَكَذَّبُوْا﴾ ’’اور انہوں نے تکذیب کی‘‘ (القمر:3)

جانتے بوجھتے حق کو جھٹلانا تکذیب ہے۔

حق کا انکار کرنے اور پیغمبروں کی دعوت کو جھٹلانے کی روش کے لیے کہیں کفر اور کہیں تکذیب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں میں بنیادی فرق کیا ہے اس بات کو سمجھ لیجیے۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت رکھی ہے:

﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ﴾ (الاعراف:172) ’’کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟‘‘

اللہ نے اپنے رب ہونے کا ہم سے ازل میں اقرار کرایا۔ ہماری روحوں نے باقاعدہ اقرار کیا۔ لہٰذا اللہ کا یہ بنیادی تعارف ہمارے اندر موجود ہے ۔ ایک انسان اگر سلیم الفطرت ہوگا، اس کی فطرت اگر مسخ شدہ نہ ہو تو وہ جب غور و فکر کرے گا تو یہ تسلیم ضرور کرے گا کہ کوئی ہے جس نے یہ نظام کائنات بنایا ہے اور وہی چلا رہا ہے۔ اسی طرح ہر انسان کے اندر نیکی اور بدی کا شعور بھی موجود ہے۔ جب ہمارے ساتھ کوئی دھوکہ کرتا ہے تو اندر سے پکار آتی ہے کہ اس نے غلط کیا، اس کو سزا ملنی چاہیے۔ اسی طرح کوئی بہت بڑا ظلم کرتا ہے تو اس کی سزا اس دنیا میں پوری نہیں ہو سکتی اس کا لازمی تقاضا ہے کہ کوئی ایسا مقام ہونا چاہیے جہاں انسان کے کیے کی پوری پوری سزا مل سکے ۔ گویا انسان کے اندر اللہ کی معرفت اور آخرت کی ضرورت کا احساس موجود ہے۔ اس معرفت اور احساس کو ٹھکرانا کفر ہے۔ کفر کا لغوی مفہوم چھپانا ہے ۔ یعنی اندر کی پکار کو دبانا، چھپانا کفر ہے اور باہر سے جو پکار اور دعوت آ رہی ہے اس کو ٹھکرانا تکذیب کہلاتا ہے ۔ باہر سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انسان کے اندر اپنی معرفت اور آخرت کی ضرورت کا جو احساس رکھا ہے اس کی یاددہانی کے لیے، عہد الست کو تازہ کرنے کے لیے اور انسانوں کی راہنمائی کے لیے پیغمبروں کو بھیجا، کتابیں نازل کیں اور اپنے رسولوں کو معجزات عطا کیے۔ اسی طرح کائنات میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں ان سب کو جھٹلانا تکذیب کہلاتا ہے ۔ یعنی اندر کی دعوت کو جھٹلانا کفر اور باہر کی دعوت کو جھٹلانا تکذیب ہے۔

اللہ کا شکر ہم صاحب ایمان ہیں ۔ اللہ ایمان کی بڑھوتری ہمیں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن حکیم میں غور و فکر کی، تدبر کی دعوت دیتا ہے ۔ یہ قرآن ہمیں اس کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں اور خود ہمارے وجود میں موجود نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج اس اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس دعوت کو جھٹلا رہی ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے فرمایا: ایک ایمان عقلی ہے اور ایک ایمان سمعی ہے۔ ایمان عقلی سے مراد وہ ایمان ہے جو غور و فکر کے نتیجے میں حاصل ہو۔ اپنے وجود پر، کائنات کی تخلیق پر غور کرنے سے ایمان حاصل ہوگا۔ پھر قرآن کی آیات پر غور و فکر کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر کان دھرنے سے اس ایمان کی مزید تفصیل اور وضاحت حاصل ہوگی۔ یعنی وحی کی تعلیم بتائے گی کہ وہ اللہ کون ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ وہ کن باتوں سے راضی ہوگا؟ وحی کی تعلیم ، رسول کی دعوت پر ایمان لانا ایمانِ سمعی ہے۔ یہ دونوں ایمان (عقلی اور سمعی) جمع ہوں تو یہ سچا اور شعوری حقیقی ایمان ہے۔ آپ ﷺ جو دعوت لے کر آئے کفار مکہ نے اس کا رد کیا یعنی تکذیب کی۔ اس حوالے سے آگے فرمایا:

﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ’’اور اپنی خواہشات کی پیروی کی‘‘

کئی مرتبہ لوگ دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لیے پیغمبر کی بات کو قبول نہیں کرتے ۔ کچھ لوگوں کے باطل نظام سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں اس لیے بھی وہ جانتے بوجھتے حق کو قبول نہیں کرتے بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہیں ۔ یہ تو ہے کافروں اور مشرکوں کا مسئلہ۔ اس حوالے سے ہمارے مسائل کیا ہیں؟ وہ بھی جان لیجیے ۔ کس قدر مہلک تصورات ہمارے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ کئی لوگ نماز جمعہ کی دو رکعتوں میں دوڑ کر پہنچتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ پہلے کیوں نہیں آتے تو کئی دفعہ یہ جواب

سننے کو ملتا ہے کہ اگر پہلے آئیں گے تو قرآن سننا پڑے گا اور اگر سنیں گے تو شاید سمجھ میں بھی کچھ آ جائے اور اگر سمجھ میں آ گیا تو لازمی بات ہے کہ عمل کرنا پڑے گا۔ عمل کیا تو لازمی بات ہے کہیں سود چھوڑنا پڑے گا، کہیں ناجائز کمائی سے ہاتھ روکنا پڑے گا، کہیں وراثت میں حق دینا پڑے گا۔ اب اس کے لیے کئی لوگ تیار نہیں ہیں، باطل نظام سے مفادات وابستہ ہیں اس لیے حق کی آواز سننا ہی نہیں چاہتے۔ اب یہ تکذیب نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یعنی دین اس لیے نہیں سیکھتے کہ عمل کرنا پڑے گا اور عمل کرنا پڑے گا تو لذتیں چھوڑنی پڑیں گی اور بندہ وہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جنت کو مشقتوں سے گھیرا گیا ہے۔ چند ہزار کی تنخواہ محنت کیے بغیر، پسینہ بہائے بغیر ملتی نہیں ہے تو جنت کیسے مفت میں مل جائے گی؟ اسی طرح جہنم کو لذتوں سے گھیرا گیا ہے۔ انسان اکثر ان لذتوں اور اپنی خواہشات کے لیے حق کو رد کر دیتا ہے تو اس کا نتیجہ جہنم کے سوا کیا ہوگا؟ سورۃ النازعات کے آخر میں آتا ہے:

''پس جس نے سرکشی کی تھی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی۔ تو یقیناً اس کا ٹھکانہ اب جہنم ہی ہے۔ اور جو کوئی ڈرتا رہا اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے (کے خیال) سے اور اُس نے روکے رکھا اپنے نفس کو خواہشات سے۔ تو یقیناً اُس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔''

آج اُمت کو این جی اوز کے ذریعے مغرب کا سبق پڑھایا جا رہا ہے کہ: ''میرا جسم میری مرضی''۔ جبکہ قرآن کے اس درس کو ہم بھول گئے کہ خواہشات کی پرستش کا نتیجہ کیا ہوگا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَکُوۡنُ عَلَیۡہِ وَکِیۡلًا ﴿۴۳﴾﴾ ''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ تو (اے نبی ﷺ!) کیا آپ ایسے شخص کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟'' (الفرقان)

اللہ نفس کی خواہشات سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ بڑا آسان سا سوال تھا کہ جنت میں داخلے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ کہا ایک قدم نفس پہ رکھو دوسرا جنت میں ہوگا۔ ایسی خواہشات کی پیروی کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ٹوٹتا ہو وہ قطعاً جائز نہیں ہے اور یہی بہت بڑا مسئلہ ماضی کی اقوام کا قرآن میں بار بار بیان ہوا ہے۔ ماضی کی جن اقوام پر اللہ کے عذاب نازل ہوئے ان کا سب سے بڑا مسئلہ بھی یہی تھا کہ وہ خواہشات کی پیروی میں لگی ہوئی تھیں، اپنی خواہشات کے مطابق دین بنا لیے تھے اور اس کے مقابلے میں حق بات اور پیغمبروں کی دعوت کی تکذیب کرتی تھیں۔ پھر ان کا انجام کیا ہوا۔ آگے فرمایا:

﴿وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ﴿۳﴾﴾ ''اور (اللہ کا) ہر امر ایک وقتِ معین کے لیے قرار پا چکا ہے۔'' (القمر)

اگر اس کو خصوصی اعتبار سے سمجھیں تو پیغمبروں سے لوگ مطالبہ کرتے تھے کہ تم جس گھڑی سے ڈراتے ہو، جس عذاب کا تم ڈروادیتے رہتے ہو وہ کب آئے گا۔ قیامت سے ڈراتے ہو بتاؤ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے ایک جواب تو یہ عطا فرمایا: ''اور (اللہ کا) ہر امر ایک وقتِ معین کے لیے قرار پا چکا ہے۔''

اسی بات کو اگر ہم عمومی طور پر سمجھیں تو یہ ہمارے بہت سے انفرادی اور اجتماعی معاملات حتیٰ کہ امت کی سطح کے معاملات میں بھی ہمارے لیے روشنی کا مینار ہے کہ اللہ کے ہاں ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ کوئی اگر صاحب فراش ہے، بیماری میں مبتلا ہے تو ہم دوا بھی کریں، دعا بھی کریں، اللہ چاہے گا تو صحت عطا ہوگی اور اپنے وقت پر عطا ہوگی اور جو سانسیں اللہ نے مقرر فرما دی ہیں اس

پریس ریلیز: 9 جولائی 2021ء

تحفظِ والدین آرڈیننس 2021ء کا اجراء حکومت کا قابل تحسین قدم ہے۔

شجاع الدین شیخ

تحفظِ والدین آرڈیننس 2021ء کا اجراء حکومت کا قابل تحسین قدم ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم حکومت کے اُن اقدامات کی حمایت کریں گے جن میں اسلامی اقدار کے فروغ کی جھلک ہوگی۔ تحفظِ والدین آرڈیننس 2021ء کے تحت والدین کے حقوق کے حوالے سے ریاست نے حال ہی میں بعض عملی اقدام بھی اُٹھائے ہیں جو باعثِ اطمینان ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہماری قومی اسمبلی اور سینٹ نے چند روز پہلے گھریلو تشدد (تدارک وتحفظ) ایکٹ 2021ء کو قانون کی شکل دی تھی جو واضح طور پر خلافِ شریعت ہے۔ اُنھوں نے حکومت کے اِس متضاد طرزِ عمل پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی اراکین دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکے ہیں، ایک طرف سیکولر لبرل اور دوسری طرف اسلام پسند ہیں جن میں رسہ کشی جاری رہتی ہے اور وہ اپنے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نظریہ پر قائم ہوا تھا اور خود وزیر اعظم ریاستِ مدینہ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں لہٰذا وزیر اعظم اللہ پر بھروسا کریں، اُن تمام عناصر کو یکسر مسترد کر دیں جو اِس ملک میں مغربی تہذیب کا تسلط چاہتے ہیں اور یکسوئی کے ساتھ اسلامی شریعت اور اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صَرف کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نظریۂ پاکستان کو عملی شکل دینے کی کوشش کریں گے تب ہی پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ جس سے نہ صرف پاکستان مضبوط و مستحکم ہوگا بلکہ مسلمانانِ پاکستان کی آخرت بھی سنور جائے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سے مریض نہ زیادہ لے گا اور نہ کم لے گا۔ بس بندہ اپنی محنت کرے۔ اسی طریقے پر معاش کے معاملات میں بندہ حلال طریقے پر قناعت کرے، جائز وسائل کو اختیار کرے اور معاملہ اپنے رب کے حوالے کرے۔ جو اس نے لقمے متعین کر دیے ہیں ان میں سے ایک لقمہ بھی پوری دنیا چھین نہیں سکتی۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔ بچہ ماں کے بطن میں چار مہینے کا ہوتا ہے تو چند باتیں طے کر دی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بات بھی طے کر دی جاتی ہے کہ اس کا رزق کتنا ہوگا۔ ہم طے شدہ رزق لے کر آئے ہیں۔ سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور نہیں ہے کوئی بھی چلنے پھرنے والا (جاندار) زمین پر، مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اور وہ جانتا ہے اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی اور اس کے عارضی طور پر سونپے جانے کی جگہ کو بھی۔ یہ سب کچھ ایک روشن کتاب میں (درج) ہے۔‘‘

انسان کا رزق معین ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ انسان محنت اور کوشش چھوڑ دے بلکہ رزق حلال کے لیے محنت اور کوشش کرنا ضروری ہے۔ حدیث میں آیا: ((الکاسب حبیب اللہ)) ’’محنت سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔‘‘

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((کسب الحلال فریضة بعد الفرائض))

حلال کمانے کی کوشش و محنت کرنا فرض ہے مگر دیگر فرائض کے بعد۔ یعنی صرف رزق حلال کمانا ہی فرض نہیں ہے بلکہ دین کے اور بھی فرائض ہیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ گویا یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کی محنت میں کمی ہو جائے لیکن دیگر فرائض چھوڑ دیے جائیں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں رزق حلال کما رہا ہوں، دس گھنٹے دکان کھولتا ہوں۔ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن اسی دوران اللہ کی طرف سے یہ پکار بھی آتی ہے:

حی علی الصلوٰۃ

اب میرے لیے ضروری ہے کہ دکان کو بند کر کے اس دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے تیار ہو جاؤں۔ جمعہ کی پہلی اذان جب ہو جائے تو کاروبار بند کردوں۔ اذانِ جمعہ سے لے کر نمازِ جمعہ کی ادائیگی تک درمیان میں کوئی معاشی سرگرمی جائز نہیں۔ محنت بھی کریں، کوشش بھی کریں لیکن ملنا اتنا ہی ہے جتنا مقدر میں ہے۔ لہٰذا نہ تو بندہ حرام میں منہ ڈالے، نہ شبہ والی شے میں اور نہ فرائض کو پامال کرے کیونکہ کچھ امور اللہ کی طرف سے طے شدہ ہیں:

﴿وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ۝۳﴾ ’’اور (اللہ کا) ہر امر ایک وقتِ معین کے لیے قرار پا چکا ہے۔‘‘ (القمر:3)

کسی قوم کی اصلاح کا معاملہ ہے تو وہ اللہ کے حکم سے اپنے وقت پر ہی ہوگی۔ مشرکین اور کفار مطالبہ کرتے تھے کہ لے آؤ عذاب جس کا تم ڈراوا دکھلاتے ہو۔ اللہ نے بتا دیا کہ ہر کام اپنے وقتِ معین پر ہونا ہے۔ اسی طرح اُمتِ مسلمہ پر اقامتِ دین کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ختم نبوت کے بعد اللہ کے بندوں تک اللہ کے دین کو پہنچانا اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنا اس اُمت کا فریضہ ہے۔ اللہ نے اسی کام کے لیے اس اُمت کو چنا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ﴾ (الحج:78) ’’اُس نے تمہیں چن لیا ہے‘‘

اللہ تعالیٰ پہلے پیغمبروں کو چنتا رہا اب ختم نبوت کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کو اللہ نے چنا ہے۔ وہ طائف کی گلیوں میں حضور ﷺ کا مبارک خون بہنا، وہ اُحد کے میدان میں حضور ﷺ کے دندان مبارک کا شہید ہونا اور اپنے پیارے ستر صحابہؓ کا شہید ہونا، وہ ہجرت کی رات بیت اللہ کو الوداع کہنے والی کیفیت، وہ احزاب کے موقع پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر، وہ دو دو مہینے گھر میں چولہے کا نہ جلنا، وہ 259 پیارے صحابہؓ کی جانوں کا نذرانہ اور 23 برس کی جدوجہد، یہ سب قربانیاں صرف نمازیں پڑھوانے اور روزے رکھوانے کے لیے نہیں تھیں۔ یہ باطل نظام سے ٹکرا کر اس کا قلع قمع کر کے اللہ کی اس زمین پر اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد کا معاملہ تھا جس کے بارے میں اللہ نے قرآن میں تین مرتبہ حکم دیا:

﴿لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:9) ’’تاکہ غالب کردے اس کو پورے نظامِ زندگی پر‘‘

اقامتِ دین کی جدوجہد بھی فرض ہے۔ اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا دین کا لازمی تقاضا ہے۔ یہ رب کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے لیکن دین کب قائم ہوگا؟ یہ اللہ کا امر ہے جس کے بارے میں اس نے فرما دیا:

﴿وَكُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ۝۳﴾ ’’اور (اللہ کا) ہر امر ایک وقتِ معین کے لیے قرار پا چکا ہے۔‘‘ (القمر:3)

ہمارے تحریکی ساتھیوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ یہ سوال ہے کہ دین کب قائم ہوگا؟ جواب ادھر ہے کہ ہر کام کے لیے اللہ کے ہاں وقت مقرر ہے، تمہارا کام محنت کرنا ہے نتیجہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے اور نہ تم نتیجے کے مکلف یعنی ذمہ دار ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس محنت کی، ستر یا اسی افراد بائبل کے بیان کے مطابق ایمان لاتے ہیں۔ نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے کشتی میں سوار کرا کر بچا لیے گئے، باقیوں کو اللہ نے مٹا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارہ لوگوں نے تسلیم کیا لیکن اللہ نے ان کو بلند کر دیا۔ یہودی ان کے دشمن ہو گئے تھے تو ذلت ان پر سوار ہو گئی۔ اسی طرح یاسر رضی اللہ عنہ، سمیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں شہید ہو گئے، ابھی تو صبر کے مراحل چل رہے تھے، وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔ اُحد کے میدان میں حضور ﷺ کے پیارے چچا سید الشہداء، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جن کی ایک سال کی دعوت کے نتیجے میں مدینہ میں انقلاب آیا، وہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ ان کے سامنے تو دین غالب نہیں ہوا مگر وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ نہیں کہ اللہ کا دین کب غالب ہوگا بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس کے لیے محنت کتنی کرتے ہیں۔ اسی محنت کے نتیجہ میں اللہ کی جنت اور رضا حاصل ہوگی۔ لہٰذا یہی ہمارا ہدف ہونا چاہیے۔ باقی اللہ جب چاہے گا دین غالب ہو جائے گا۔ اللہ علی کل شی قدیر ہے۔ اللہ ابھی کہے کہ کن فیکون تو دین غالب ہو سکتا ہے۔ لیکن مقصود ایمان والوں کا امتحان لینا ہے کہ ایمان کے دعویدار اپنا تن من دھن اللہ کے کلمہ اور اس کی سربلندی کے لیے لگا رہے ہیں یا نہیں لگا رہے۔ اللہ جب چاہے گا دین غالب ہو جائے گا مگر میری موت ابھی واقع ہو سکتی ہے، میں اپنے حصے کا کام کر رہا ہوں کہ نہیں؟ میں آج محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی ہونے کے ناطے اپنی جان، مال، وقت اور اپنی صلاحیتیں اللہ کے کلمے کی سربلندی اور اس کے دین کے غلبے کی جدوجہد کے لیے وقف کر رہا ہوں یا نہیں۔ یہ میرا اصل مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی سمجھ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اقلیتوں پر مظالم کی وجہ سے بھارت کا مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے آ گیا تھا جسے چھپانے کے لیے نریندر مودی نے APC کا ڈھونگ رچایا: ایوب بیگ مرزا

APC میں بھارت نواز کشمیری لیڈرز کی شرکت کے بعد جب وادی میں نئی حلقہ بندیاں ہوں گی اور اس کے بعد الیکشن ہوں گے تو گویا وہ آئینی ترامیم کو قانونی کور دیں گے اور بھارت یہ ظاہر کرنے میں کامیاب ہوجائے گا کہ کشمیریوں نے کشمیر کا بھارت میں انضمام تسلیم کرلیا ہے: رضاء الحق

نئے ڈومیسائل قانون کے تحت بھارت جموں و کشمیر کا ڈیموگرافک اسٹرکچر تبدیل کرے گا تاکہ اسے بھارت کا مستقل حصہ بنا سکے: احمد سہیل صدیقی

مقبوضہ کشمیر، انڈین APC اور ڈرون حملہ کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: نریندر مودی نے کشمیر ایشو پر اِس وقت APC کیوں بلائی اور اس کانفرنس کا Outcome کیا ہے؟

احمد سہیل صدیقی: اس کانفرنس کو ہوئے کچھ وقت گزر چکا ہے اور اب اس کے مقاصد سامنے آ رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں کچھ کشمیری جو کشمیری عوام کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ مفاداتی کٹھ پتلیاں ہیں وہ نریندر مودی سے ملنے آئے۔ حالیہ دنوں میں کشمیر میں جو دو ڈرون حملے ہوئے ہیں ان سے مودی سرکار کے مقاصد واضح ہو رہے ہیں کہ وہ ایسے false flag حملے کروا کے دنیا کو دکھا رہی تھی کہ ہم کشمیری لیڈروں سے ملے ہیں اور ہم جمہوریت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ڈرون حملے کرا کے اس کا الزام پاکستان پر ڈال دیا اور بین الاقوامی فورمز پر واویلا کردیا کہ پاکستان ”آتنک واد“ کو زندہ کر رہا ہے۔ یہ اصل میں مودی سرکار کا کشمیر میں سیٹ ایجنڈا ہے جو اسرائیل، امریکہ کی آشیر باد لیے ہوئے ہے۔ کشمیری لیڈر اس ایجنڈے کے فریب کا شکار پہلے بھی تھے اور آئندہ بھی رہیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: بی جے پی جس کی سربراہی مودی کر رہے ہیں وہ دراصل آر ایس ایس کا ایک سیاسی ونگ ہے۔ گزشتہ سات سال سے ہندوستان میں آر ایس ایس ہی حکومت کر رہی ہے۔ اس آر ایس ایس کی حکومت سے جو توقع تھی وہ اس کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ بلکہ پہلے چار سالہ دور میں انہوں نے انسانی حقوق اور مسلم دشمنی میں وہ کام نہیں کیے جو حالیہ دور حکومت میں کیے ہیں۔ اس وقت مودی سرکار جس طرح اقلیتوں سے دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے اس سے انڈیا کا امیج بہت بری طرح تباہ ہوا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیم اگرچہ انڈیا کے حوالے سے بڑا نرم رویہ رکھتی ہیں لیکن ظاہر ہے انہیں بھی تو اپنی کوئی ساکھ برقرار رکھنی ہوتی ہے لہٰذا انہوں نے بھی بھارتی مظالم پر چیکے چیکے آواز اٹھائی اور پھر پاکستان نے بھی سفارتی سطح پر کچھ کردار ادا کیا۔ اس طرح انڈیا پر کچھ پریشر آیا ہے۔ بالخصوص کشمیریوں پر مظالم کے جو پہاڑ توڑے گئے کہ پیلٹ گنوں سے ان کو اندھا کیا گیا، مسلسل کرفیو سے ان کا جینا مشکل کیا گیا، ٹارچر سیلوں میں

مرتب: محمد رفیق چودھری

اذیتیں دی گئیں۔ اس طرح انڈیا دنیا کے سامنے ننگا ہو گیا۔ اس لیے اب نریندر مودی کو ضرورت پیش آئی کہ وہ اپنا بدنما چہرہ ایک بار پھر صاف کرے۔ چنانچہ انڈیا کے امیج کو تھوڑا سا بہتر کرنے کے لیے مودی نے حالیہ اے پی سی بلائی تاکہ یہ سمجھا جائے کہ مودی مذاکرات کے حق میں ہے، وہ کشمیریوں سے بات چیت کر رہا ہے۔ اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے چودہ بھارت نواز جماعتوں نے شرکت بھی کی ہے تاکہ نظر آسکے کہ اے پی سی واقعتاً ہوئی ہے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ کشمیر میں جو پرو انڈین جماعتیں تھیں جیسے عمر عبداللہ، محبوبہ مفتی وغیرہ کی جماعتیں' ان سے دوبارہ ایڈجسمنٹ کی جائے۔ ظاہر ہے حریت کانفرنس والوں نے ان کے ساتھ ملنا نہیں تھا لہٰذا وہی جماعتیں کانفرنس میں آئیں جو پہلے سے ہی پرو انڈین تھیں۔ لہٰذا ان جماعتوں نے کسی حد تک لچک دکھائی ہے۔ اگرچہ ان جماعتوں نے صاف کہا ہے کہ کشمیر کی خصوصی حیثیت بحال کی جائے لیکن انہوں نے اپنے اس مؤقف کو اتنا سخت نہیں رکھا جتنا شروع میں رکھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے مودی کو کامیابی ہوئی ہے۔ عالمی میڈیا بھی مودی کے ساتھ ہے۔ میڈیا اس بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے گا کہ مودی کے کشمیر کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عالمی سطح پر اس کو کہا گیا ہو کہ تم ایسا کرو اور ہم اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے جس سے تمہارا امیج بہتر ہوگا۔

سوال: کیا نریندر مودی کشمیر کے حوالے سے دفعات 370 اور 35-A بحال کرنے میں سنجیدہ نظر آتے ہیں؟

احمد سہیل صدیقی: آرٹیکل 370 اور 35-A کو یہ کسی صورت میں بحال نہیں کریں گے۔ پہلے یہ کہتے رہیں گے کہ ہم کر سکتے ہیں جیسے انڈین ہوم منسٹر امیت شاہ نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ ہم سٹیٹ کا درجہ دے سکتے ہیں۔ آج کل 370 اور 371 لانے کی بات کر رہے ہیں اور یہ ان کی پرانی حکمت عملی ہے۔ ان کے جو کشمیری نمائندے ہیں ان کی زبان سے یہ بات آ گئی ہے۔ خاص طور پر عمر عبداللہ نے یہ بات کہی ہے کہ چونکہ دفعات 370 اور 35-A عدالت میں زیر سماعت ہیں اور یہ substitutes ہیں لہٰذا اس پر ہم بات نہیں کر سکتے۔ یہ اصل میں برہمنوں کا پرانا طریقہ ہے کہ جس چیز کو انہوں نے نہیں کرنا ہوتا اس کو یہ substitutes کہہ دیتے ہیں۔ یا پھر عدالت کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے بابری مسجد کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ کیس عدالت میں ہے اور پھر اس حوالے سے غیر قانونی کام بھی کیے۔ بہر حال وہاں کی جماعتیں خاموشی سے 2019ء کا بل لا چکی ہیں جس کے تحت انہوں نے اب ڈومیسائل دینے کی طاقت اپنے پاس رکھ لی ہے کہ کون وہاں کا شہری ہے کون نہیں ہے اور اس بات کی بھی اجازت دے دی ہے کہ غیر کشمیری وہاں پراپرٹی خرید سکتے ہیں اور

ملازمت کر سکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہندو آبادیاں کشمیر میں قائم ہوں گی اور پھر جمہوریت کے نام پر ایک فراڈ کیا جائے تاکہ کشمیر کو بھارت کا مستقل حصہ بنایا جاسکے۔

ایوب بیگ مرزا: بھارتی اقدامات سے اس کی نیت کھل کر سامنے آرہی ہے۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ وہ کانگریس کے ارکان جو یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم نہیں کرنی چاہیے تھی یا کشمیر کی خصوصی حیثیت کو پھر بحال کر دینا چاہیے۔ اگر کل کانگریس برسر اقتدار آ گئی تو غالب گمان ہے کہ کانگریس بھی ایسا ہرگز نہیں کرے گی۔ البتہ یہ کام کر کے مودی نے اپنے آگے ایک گڑھا کھودا ہے کیونکہ پہلے کشمیر پاکستان، انڈیا اور کشمیریوں کا مسئلہ تھا لیکن یہ دفعات ختم کر کے انڈیا نے چین کو بھی فریق بنالیا ہے۔ لداخ کا معاملہ اس کے بعد ہی اٹھا اور اب پھر اس طرح کے حالات ہیں کہ خبریں آرہی ہیں کہ انڈیا نے پچاس ہزار مزید فوجی لداخ میں بھیجے ہیں۔ لہٰذا اگر انڈیا کشمیر کی حیثیت کو بحال نہیں کرتا تو یہاں امن نہیں ہوگا۔

سوال: کہا جارہا ہے کہ نریندر مودی کشمیر کی پرو انڈین جماعتوں کو اپنا ہمنوا بنا کر وہاں ہندو حکومت بنانے کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ کیا یہ تاثر درست ہے؟

احمد سهیل صدیقی: مودی کا یہ پلان صرف کشمیر کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ پورے بھارت کے لیے اس کا یہی پلان ہے کہ وہاں ہندو گورنمنٹ ہو۔ غور کریں کہ 1947ء کے بعد سے اب تک کشمیر میں ساری حکومتیں پرو ہندو حکومتیں متصور ہوتی رہی ہیں چاہے شیخ عبداللہ کی حکومت ہو یا فاروق عبداللہ کی حکومت ہو یا مفتی سعید یا غلام نبی آزاد کی حکومت ہو۔ یہ ساری پرو ہند وحکومتیں ہی تھیں۔ اصل میں ہندوستان میں جمہوریت ہندو حکومت کا نام ہے۔

سوال: حریت کانفرنس اور سید علی گیلانی کے بغیر اس طرح کی کانفرنس بلانا کیا معنی رکھتا ہے؟

رضاء الحق: اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو اس وقت کشمیر پر انڈیا قابض ہے اور پاکستان اس کے اوپر اپنا دعویٰ رکھتا ہے۔ یہ تو ان دو ریاستوں کے درمیان معاملہ ہے جبکہ کشمیر کے اندر سیاسی سطح پر بھی ایک جنگ لڑی جارہی ہے جس کی قیادت حریت لیڈرز کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ عوامی سطح پر بھی آزادی کی جنگ جاری ہے اور مجاہدین عسکری جدوجہد بھی کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس وہاں کچھ لوگ پرو انڈین بھی ہیں جیسے عمر عبداللہ، محبوبہ مفتی وغیرہ جنھوں نے مودی کی بہت ساری باتوں سے اتفاق کیا ہے۔ اصل میں عالمی لیول پر انڈیا کو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کشمیر کے حوالے سے اپنا امیج بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ انڈیا مسئلہ کشمیر کو اپنا اندرونی معاملہ ثابت کرتا رہا ہے اور اس کے لیے جواز نام نہاد الیکشنز کو بناتا رہا ہے کیونکہ آئینی ترامیم سے قبل کشمیر میں بھارت کو ہمیشہ ایک وزیر اعلیٰ مل جاتا رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں پر ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ اپنا ضمیر بیچ کر انڈیا کے ساتھ رہنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اب ایک بار پھر بھارت نے کشمیر کو اپنا اندرونی معاملہ ثابت کرنے کے لیے چودہ جماعتوں کے لوگوں کو طلب کر لیا اور وہ آئے بھی۔ عمر عبداللہ اور محبوبہ مفتی کو قید میں رکھا گیا تھا اور پھر آزاد کر دیا کیونکہ انہی کو انڈیا نے ساتھ لے کر چلنا ہے۔ وہی آواز بنیں گے جس کے بعد کہا جائے گا کہ کشمیر کے مسلمان

> آغاز ہی میں مسلم لیگ کی بڑی غلطیوں کی وجہ سے کشمیر پاکستان کا حصہ نہ بن سکا پھر بعد کی فوجی اور سیاسی قیادتوں نے اس مسئلہ کو پیچیدہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

انڈیا کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے دوشنبہ میں شنگھائی کارپوریشن آرگنائزیشن کا اجلاس ہوا تھا جس کے مشترکہ اعلامیہ میں چار چیزوں کا معاہدہ کیا گیا تھا:

1۔ انٹرنیشنل دہشت گردی ختم کی جائے گی۔
2۔ انتہا پسندی ختم کی جائے گی۔
3۔ علیحدگی پسندی ختم کی جائے گی۔
4۔ مذہبی بنیاد پرستی کو ختم کیا جائے گا۔

یہ چاروں چیزیں کشمیری حریت پسندوں کے خلاف جارہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دو باتیں اور طے کی گئیں کہ کشمیر کی ڈیمارکیشن اور ڈیلیمیٹیشن کی جائے گی اور اس کے بعد الیکشن ہوں گے۔ یعنی 370 اور 35-A کے ختم ہونے کے بعد اب جب APC میں کشمیری جماعتوں کو شریک کیا گیا ہے اور اس کے بعد وہاں نئی حلقہ بندیاں ہوں گی اور اس کے بعد جب وہاں پر الیکشن ہوں گے تو گویا وہ آئینی ترامیم کو قانونی کور دیں گے اور بھارت دنیا کو یہ پیغام دینے میں کامیاب ہو جائے گا کہ کشمیریوں نے کشمیر کا بھارت میں انضمام تسلیم کر لیا ہے اور وہ بھارت کا حصہ رہے گا۔ اس کے ساتھ انڈیا کے وزیر داخلہ امیت شاہ نے کہا ہے کہ کشمیر کا سپیشل سٹیٹس مناسب وقت پر بحال کر دیا جائے گا۔ یہ بیان اس وقت دیا جاتا ہے جب آپ نے دوبارہ اس سٹیٹس کو بحال نہیں کرنا ہوتا جو پہلے تھا۔ اس ساری صورت حال کو ہم دیکھیں تو معاملہ بہت واضح ہو جاتا ہے کہ حریت کانفرنس کو اس لیے نہیں بلایا گیا کہ وہ ریڈ لائن ڈرا کر رہے تھے کہ ان کے ساتھ ہمارا کوئی لینا دینا نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو انڈیا کے ساتھ رہیں گے وہ کشمیر کا الحاق انڈیا کے ساتھ پسند کرتے ہیں۔

سوال: متنازعہ کشمیری قیادت کی طرف سے کشمیری پنڈتوں کو کشمیر میں بسانے کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: انڈیا بہت سے معاملات میں اسرائیل کی نقل کرتا ہے۔ جس طرح اسرائیل فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکالتا ہے ظلم و تشدد کر کے نکالتا ہے۔ پھر ان کی جگہ باہر سے سیٹلرز کو لاکر بساتا ہے۔ اسی فارمولے کو اب بھارت بھی فالو کر رہا ہے۔ لیکن اس میں انڈیا کو ایک اضافی فائدہ بھی ہے کیونکہ 1948ء میں بھارت کی ہی درخواست پر سلامتی کونسل نے جنگ بندی اور استصواب رائے کا فیصلہ سنایا تھا۔ انڈیا کو معلوم ہے کہ کسی وقت بھی اگر استصواب رائے کا معاملہ ہوتا ہے تو اس سے پہلے اتنے ہندو کشمیر میں لاکر بسائے جائیں کہ فیصلہ انڈیا کے حق میں آئے۔ آغاز میں پنڈت نہرو نے کشمیر کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا تھا۔ اس کا تعلق بھی کشمیری پنڈت فیملی سے تھا۔ لیکن بعد میں کشمیر انڈیا کے لیے قومی مسئلہ بن گیا کہ اگر ہم کشمیر سے دستبردار ہوتے ہیں کہ تو یہ پاکستان سے شکست کے مترادف بات ہوگی۔ پھر بی جے پی کی حکومت آئی ہے تو ظاہر ہے وہ متشدد لوگ ہیں لہٰذا انہوں نے اس بارے میں بھی متشدد رویہ اختیار کیا۔ اسی لیے تو ڈیموگرافک چینج، ڈیمارکیشن اور ڈیلیمیٹیشن وغیرہ کی جارہی ہے تاکہ استصواب رائے میں ناکامی نہ ہو۔

سوال: پاکستان کو FATF کی گرے لسٹ میں رکھنے میں بھارت کا گھناؤنا کردار تو واضح ہے۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ FATF اور دوسرے عالمی فورمز پر پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے بھارت کیا کچھ کر رہا ہے۔ یہ بھی بتائیں کہ پاکستان کو اس حوالے سے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

رضاء الحق: عالمی ادارے چاہے آئی ایم ایف ہو یا ایف اے ٹی ایف ہو یہ بنائے ہی اس لیے گئے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کے بازو مروڑتے رہیں۔ ایف اے ٹی ایف کی گرے لسٹ میں دوسرے ممالک بھی تھے جیسے گھانا وغیرہ جس کو انہوں نے گرے لسٹ سے

نکال دیا ہے۔لیکن پاکستان ان کے لیے ایک مسئلہ ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس پر ہماری تلوار لٹکی رہے۔ ہماری حکومت کو سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ ایف اے ٹی ایف کی تمام شرائط پر سو فیصد بھی عمل کرلیں گے تب بھی وہ نئی شرائط لے کر آجائیں گے کہ ان پر بھی عمل کرو۔ ہمارے وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے بیان بھی دیا ہے کہ ایف اے ٹی ایف عالمی سیاسی مقاصد کے لیے کام کر رہی ہے۔ دوسری طرف انڈیا اس ادارے کو زیادہ استعمال کرتا ہے کیونکہ ایک زمانے میں اس کی صدارت بھی انڈیا کے پاس رہی ہے یعنی وہ اس کی میٹنگ کو چیئر کرتا ہے لیکن پاکستان کی ایسی پوزیشن کبھی نہیں تھی۔ پاکستان کے خلاف انڈیا ہائبرڈ وار فیئر استعمال کرتا ہے۔ اس میں وہ مختلف طریقوں سے پاکستان کے مفادات کو ڈائریکٹ ہٹ کرتا ہے۔ کیونکہ باہر کے ممالک اور اداروں میں انڈیا کی لابنگ بڑی مضبوط ہے جو پاکستان کے خلاف کام کر رہی ہوتی ہے۔ وہاں بڑی ملٹی نیشنل کمپنیز میں سی ای او انڈین نژاد لوگ ہیں یعنی عالمی لیول پر انڈیا کی معاشی لحاظ سے انوالومنٹ بہت زیادہ ہے۔ ان چیزوں کو سامنے رکھیں تو انڈیا اس وقت مغرب کا چہیتا بنا ہوا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ پاکستان کو انڈیا کی ہائبرڈ وار فیئر کا جواب کس طرح دینا چاہیے تو اس حوالے سے پاکستان کو چند اقدامات اُٹھانے ہوں گے:

1۔ دنیا کے تمام فورمز پر انڈیا کے خلاف جارحانہ ڈپلومیسی اختیار کرے۔ یعنی جو بھی فورم ہو وہاں پر جا کر انڈیا کے خلاف اعداد وشمار کے ساتھ بات کرے، تمام ثبوت وہاں پیش کرے۔ کوئی چیز چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی دنیا کے سامنے انڈیا کا مکروہ چہرہ لایا جائے۔

2۔ کچھ ریڈ لائنز بنالی جائیں کہ جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوتا ہم کسی دوسرے ایشو پر بات کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ ہر فورم پر اس ریڈ لائن کو استعمال میں لایا جائے۔

یہی ایک طریقہ ہے جس سے جنگ کے بغیر بھارت کو جواب دیا جاسکتا ہے۔

سوال: پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت سے کب کب اور کہاں غلطیاں ہوئیں جس کی وجہ سے کشمیر آج تک آزاد نہیں ہوسکا؟

ایوب بیگ مرزا: کشمیر کے حوالے سے ہماری غلطیاں قبل از تقسیم ہی شروع ہوگئی تھیں۔ مسلم لیگ نے بعض ایسے فیصلے کیے جو کشمیر کے حوالے سے موافق نہیں تھے۔ لوگ اس کو بھی غلطی شمار کرتے ہیں کہ شیخ عبداللہ کو قائداعظم سے ملاقات نہیں کرنے دی گئی۔ حالانکہ شیخ عبداللہ اس وقت کا کشمیر کا بڑا لیڈر تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قائداعظم کی دور اندیشی کی بدولت اس کو غلطی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ شیخ عبداللہ قابل اعتماد آدمی نہیں تھا۔ بہر حال اس کے علاوہ بھی مسلم لیگ کی بے شمار غلطیاں ہیں جن میں سے سب سے بڑی غلطی کانگریس کی اس تجویز کو مسترد کرنا تھا کہ صوبوں اور ریاستوں کے عوام فیصلہ کریں گے کہ انہیں پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہے یا انڈیا کے ساتھ۔ اگر یہ تجویز قبول کر لی جاتی تو کشمیر آج آزاد ہوتا۔ لیکن اس کو مسترد کرتے ہوئے مسلم لیگ نے تجویز رکھی کہ صوبوں کے عوام اور ریاستوں کے راجے فیصلہ کریں گے کہ انہیں کس کے ساتھ شامل ہونا ہے۔ مسلم لیگ کی نظر شاید حیدرآباد دکن پر تھی کیونکہ وہ ہندوستان کی سب سے دولت مند ریاست تھی اور اس کا حاکم مسلمان تھا۔ عین ممکن ہے کہ مسلم لیگ کی سوچ تھی کہ آزادی کے بعد جب مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا اس وقت حیدرآباد دکن ہماری مدد کرے گا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے انڈیا کے ساتھ الحاق کرلیا۔ اگرچہ بہت سارے تاریخ دان کہتے ہیں کہ ہری سنگھ کشمیر کو آزاد رکھنا چاہتا تھا اور اس نے بھارت کے ساتھ الحاق نہیں کیا تھا، بھارت نے الحاق کی جعلی دستاویز تیار کی تھی۔ اسی طرح گورداسپور میں قادیانیوں نے مسلم لیگ کو دھوکہ دیا۔ اگر مسلم لیگ چاہتی تو گورداسپور کو پاکستان میں شامل کر سکتی تھی لیکن اس نے گورداسپور کے معاملے میں کچھ نہ کیا اور گورداسپور اگر نہ جاتا تو بھارت کی کشمیر تک رسائی ممکن نہ ہوتی۔ پھر جب 1948ء کی جنگ میں قبائلی پیش قدمی کرتے ہوئے جموں ایئر پورٹ تک پہنچ چکے تھے تو مسلم لیگ نے جنگ بندی منظور کر کے سب سے بڑی غلطی کی۔ اگر اس وقت اقوام متحدہ کے جھانسے میں آ کر جنگ بندی قبول نہ کی جاتی تو پورا کشمیر آزاد ہو جاتا۔ پھر 1962ء میں جب چین اور انڈیا کے درمیان سرحدی چھڑپیں جاری تھیں تو چین نے پاکستان کو پیغام بھیجا کہ آج کشمیر خالی پڑا ہے آپ کو وہاں واک اوور مل جائے گا۔ لیکن صدر ایوب کو امریکہ نے جھانسہ دے دیا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کشمیر حل کروائیں گے اور امریکہ کے جھانسے میں آ کر یہ موقع بھی ہم نے کھو دیا۔ پھر 1965ء کی جنگ ہوئی جو ہم نے بغیر کسی تیاری کے لڑی۔ ہم نے کشمیر میں گوریلے داخل کیے لیکن ان کا مقامی آبادی کے ساتھ کوئی ربط نہیں تھا۔ اگر مقامی آبادی کے ساتھ رابطے کے ساتھ کمانڈوز کو داخل کیا جاتا ہے تو بہت فرق پڑتا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنگ ہوئی اور انڈیا نے لاہور پر حملہ کر دیا اور پاکستان نے کشمیر کا جو کچھ حصہ فتح کرلیا ہوا تھا اس سے بھی اسے پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ پھر شملہ معاہدہ ہوا جس میں پاکستان نے یہ غلطی کی کہ مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی کی بجائے دوطرف مسئلہ تسلیم کرلیا۔ جس کی وجہ سے پچاس سال تک پاکستان سکیورٹی کونسل میں کشمیر کا مسئلہ نہیں اُٹھا سکا۔ گزشتہ سال پاکستان مسئلہ کشمیر کو دوبارہ سکیورٹی کونسل میں لے گیا لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلنا تھا۔ یوں پاکستان کی فوجی اور سیاسی قیادت نے بے شمار غلطیاں کیں اور کشمیر کی آزادی کے بہت سے مواقع گنوائے۔

سوال: بھارت کے مطابق چند دن پہلے جموں شہر کے ایئر فورس بیس پر ڈرونز نے آتشی مواد گرایا ہے۔ آپ کی رائے میں کیا بھارت ایک بار پھر False Flag کی آڑ میں پاکستان پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے۔

رضاء الحق: جموں ایئر بیس پر یکے بعد دیگرے دو حملے ہوئے ہیں۔ انڈیا نے پہلے حملے سے ہی الزام لگانا شروع کر دیا تھا کہ یہ مجاہدین کی کارروائی ہے اور پاکستان اس کے پیچھے ہے۔ اس پورے واقعے کو دیکھیں تو انڈیا کا جھوٹ کھل کر سامنے آجاتا ہے کیونکہ انڈیا کا وہاں پر سرویلنس، ٹریکنگ اور اپنی ایئر سپیس کو کنٹرول کرنے اور اس کو defend کرنے کا ایک پورا نظام ہے۔ اس کے مطابق جو بھی موومنٹ ہو رہی ہو اس کو فوراً پتا لگ جاتا ہے۔ پھر انڈیا کے اندر پوزیشننگ سسٹم موجود ہیں۔ اس کے ہوا کے اندر ایواکس طیارے بھی موجود ہیں جو کہ دور سے ایئر بورن بتا سکتے ہیں کہ کون سی جگہ موومنٹ ہو رہی ہے۔ اگر کسی اور کا ڈرون ہو تو اسے پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اب کشمیری تو ایسا کر نہیں سکتے، افغانستان سے یہ ممکن نہیں اور پاکستان اتنا بیوقوف نہیں ہے کہ اس طرح کے ڈرونز بھیج کر کوئی حرکت کرتا۔ اصل میں یہ false flag آپریشن انڈیا نے خود کیا ہے تاکہ پاکستان پر الزام لگا سکے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام (vi)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

مرد کی قوامیت کے اثبات کا پہلا مرحلہ:

پہلے تو ایک تسلی وتشفی دی گئی کہ گھبراؤ نہیں‘ اصل مساوات تو انسانی مساوات ہے‘ اصل مساوات اخلاقی مساوات ہے‘ خیر وشر پر معاملات کھلے ہوئے ہیں‘ نیکیوں کا میدان آپ کے سامنے ہے‘ مرد بھی اور عورت بھی جو چاہے کمائی کریں‘ نیکی کمائیں‘ ان کے حصہ کو کسی صورت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں فرمایا: ﴿اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج﴾ ”میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا چاہے وہ مرد ہو یا عورت“۔ یعنی کسی بھی نیکی کے کام اور اکتسابِ خیر کرنے والے کی کسی کوشش کو میں ضائع کرنے والا نہیں ہوں‘ چاہے وہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ پھر بڑی پیاری بات کہی کہ: ﴿بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ج﴾ ”تم سب ایک دوسرے میں سے تو ہو“۔ یعنی ایک ہی باپ کے صلب سے بیٹا بھی ہے بیٹی بھی۔ اسی طرح ایک ہی ماں کے بطن میں بیٹا بھی پرورش پا رہا ہے اور بیٹی بھی۔ آگے فرمایا:

”پس جنہوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذائیں پہنچائی گئیں اور جنہوں نے (میری راہ میں) جنگ کی اور جانیں بھی دیں‘ میں لازماً ان سے ان کی برائیوں کو دور کروں گا اور داخل کروں گا انہیں ان باغات میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔“ (آل عمران:195)

یہاں یہ بتا دیا گیا کہ خیر کے دروازے سب کے لیے یکساں کھلے ہیں‘ چاہے کوئی مرد ہو یا عورت‘ ہر کوئی اس میں سے اپنی استطاعت اور کوشش کے بقدر حصہ لے سکتا ہے اور اس کے حصے کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ انگریزی کی ایک نظم یاد آ رہی ہے جو میں نے میٹرک میں پڑھی تھی‘ جس کا عنوان تھا: ”Charity“

Charities that soothe and heal and bless.
Are scattered over the feet of men like flowers.
No mystery is here no special boon.
For the high and not for the low.
The smoke ascends as high from the hearth of a humble cottage.
As from that of a haughty palace.

”وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں جو سکون بخشتی ہیں اور زخموں کو مندمل کرتی ہیں اور رحمت کا باعث بنتی ہیں‘ انسان کے قدموں پر پھولوں کی طرح بکھری ہوئی ہیں۔ اس معاملے میں نہ کوئی راز کی بات ہے اور نہ ہی کسی پر خصوصی نوازش و کرم‘ بلکہ ان کا معاملہ بالکل اس دھوئیں کی مانند ہے جو کسی غریب کی کٹیا کے چولہے سے بھی اسی طرح بلند ہوتا ہے جیسے کسی مغرور انسان کے محل کے آتشدان سے!“

آگ چاہے کسی محل میں جلے چاہے کسی غریب کی کٹیا میں دھواں تو برابر اوپر جا رہا ہے۔ اسی طرح حسنات‘ خیرات‘ نیکیاں‘ بھلائیاں‘ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امیر اور غریب کے اندر امتیاز نہیں ہے۔ یہ پھول سب کے سامنے بکھرے ہوئے ہیں‘ گلشن گلشن پھول کھلے ہوئے ہیں‘ چاہے مرد ان سے اپنا دامن بھر لے اور چاہے عورت ان کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا‘ خواہ وہ مرد ہو یا عورت‘ بشرطیکہ ہو وہ مؤمن تو ہم اسے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی دیں گے اور (آخرت میں) بدلہ دیں گے ان کے نیک اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔“ (آیت:97)

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت 32 میں فرمایا:

”مردوں کے لیے حصہ ہے ان کی اپنی کمائی میں سے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ان کی اپنی کمائی میں سے۔“

جو خیر‘ نیکی اور بھلائی کمائے اس کا فائدہ اسی کو ہے۔ اس میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ سب دلجوئی کا انداز ہے اور یہ جو مرد اور عورت کے درمیان انتظامی طور پر فرق و تفاوت قائم کرنا ہے‘ اس کے لیے ذہن کو آمادہ کیا جا رہا ہے کہ اس اعتبار سے کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے۔ اسی کی مثال سورۃ الاحزاب کی آیت 35 ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر یہ آیت بہت ہی اہم ہے:

”یقیناً جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں‘ مؤمن ہیں‘ مطیع فرمان ہیں‘ راست باز ہیں‘ صابر ہیں‘ اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں‘ صدقہ دینے والے ہیں‘ روزے رکھنے والے ہیں‘ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں‘ اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔“

ان تمام خیرات و حسنات‘ نیکیوں اور بھلائیوں میں مرد و عورت برابر ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ایک گاڑی کے دو پہیوں کی حیثیت سے اگر بنایا ہے تو اس کی حکمتِ تخلیق میں ان کی نفسیاتی ساخت مختلف ہے کہ ایک میں اقدام ہے دوسرے میں اقدام نہیں ہے‘ ایک میں فعل ہے دوسرے میں انفعال ہے‘ ایک میں جذبہ زیادہ رکھا گیا ہے دوسرے میں نسیان اور بردباری (cool mindedness) زیادہ ہے۔ ویسے تو:

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد
نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد

بہت سی عورتیں ایسی ہو سکتی ہیں جو بہت سے مردوں سے بڑھ کر ”مرد“ ہوں اور بہت سے مرد ایسے ہو سکتے ہیں کہ وہ زنانے ہوں اور بہت سی عورتوں سے بڑھ کر ”عورت“ ہوں۔ لیکن ”حکم الاکثر حکم الکل“ کے مصداق مجموعی طور پر ان کی نفسیاتی ساخت میں فرق و تفاوت ہے۔ اس لیے سورۃ الملک میں فرمایا:

”کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے‘ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔“ (آیت:14)

یعنی جس نے پیدا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے کیا پیدا کیا ہے‘ کیا نفسیاتی کیفیات رکھی ہیں‘ کیا انسان کی ساخت ہے‘ کیا ان کے مزاج و افتاد کا فرق ہے۔ ہمیں تو صرف بعض ظاہری چیزیں نظر آ جاتی ہیں جبکہ اللہ تو ہر خفی سے خفی شے کا جاننے والا ہے اور ہر شے سے باخبر ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہاں تک تو پہلا مرحلہ تھا‘ جس میں بتایا گیا کہ نیکی کے دروازے مرد و عورت پر یکساں کھلے ہیں اور

اس معاملے میں ان میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے بعد سورۃ البقرۃ میں دوسرا حکم آیا' جس میں تھوڑا سا قدم اٹھایا گیا:

''اور عورتوں کے لیے اسی طرح حقوق ہیں جس طرح ان پر ذمہ داریاں ہیں دستور کے مطابق' اور مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ فوقیت کا ہے۔'' (آیت:228)

جیسے سورۃ البقرۃ میں خمر کے بارے میں صرف یہ کہا گیا: ﴿وَاِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا﴾ اسی انداز میں یہ بات فرمائی گئی: ﴿وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۖ﴾ حرفِ جار ''لام'' حق کے لیے اور ''عَلٰی'' ذمہ داری اور فرض کے لیے آتا ہے۔ چنانچہ ان الفاظ کا ترجمہ ہوگا: ''عورتوں کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان کے فرائض ہیں''۔ ان الفاظ کا ایک ترجمہ بعض حضرات نے بے دھیانی میں یوں کر دیا ہے: ''جیسے حقوق مردوں کو عورتوں پر ہیں ویسے ہی حقوق عورتوں کو مردوں پر ہیں''۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذرا صحت سے ہٹا ہوا ترجمہ ہے۔ کیونکہ اس ترجمہ سے تو کامل مساواتِ مرد و زن ہو جائے گی حالانکہ اس کی نفی کے لیے تو یہ ساری بات کہی جا رہی ہے۔ اصل اصول جو دنیا میں ہمیشہ مانا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ''جیسی ذمہ داری (responsibility) ویسے حقوق (rights)''۔ یعنی جیسے آپ کی ذمہ داری ہے ویسے آپ کا اختیار بھی ہونا چاہیے اور جتنے آپ کے فرائض ہیں اسی طرح کے آپ کے حقوق ہونے چاہئیں۔ تو اس کا صحیح اور عقل عام کے مطابق ترجمہ یہ ہے: ''جیسے ان کے فرائض ہیں ویسے ہی (اللہ نے) ان کے لیے حقوق رکھے ہیں''۔ آگے فرمایا: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ ''اور مردوں کو ان (عورتوں) کے اوپر ایک درجہ فوقیت کا حاصل ہے''۔ آیت کے پہلے ٹکڑے کا ترجمہ مساواتِ مرد و زن والا کیا جائے تو گویا یہ آیت متضاد ہو جاتی ہے کہ اس کا پہلا ٹکڑا کچھ اور کہہ رہا ہے اور دوسرا ٹکڑا کچھ اور کہہ رہا ہے۔ دوسرا ٹکڑا تو کامل مساواتِ مرد و زن کی نفی کر رہا ہے کہ ''مردوں کو ان کے اوپر ایک درجہ فوقیت کا حاصل ہے۔''

یہاں قرآن کا اسلوب ملاحظہ کیجیے کہ کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا گیا جس سے عورتوں کی دل آزاری ہو کہ مردوں کو ان پر اس اعتبار سے فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔ بس اتنا بتا دیا گیا کہ ''مردوں کو ان پر ایک درجہ برتری کا حاصل ہے''۔ وہ درجہ فضیلت کا ہے' اختیار کا ہے' اقتدار کا ہے' کس چیز کا ہے' اس کے بارے میں یہاں سکوت اختیار کیا گیا۔

تیسرا مرحلہ: اس بات کو آگے چل کر سورۃ النساء کی آیات 32 اور 34 میں مزید کھولا گیا۔ آیت 32 میں بات آگے بڑھی: ''مت تمنا کیا کرو ان چیزوں کی جن میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دے دی ہے۔''

یہاں بھی پردہ رکھا گیا ہے اور مرد و عورت کی بات نہیں کی گئی' لیکن ذہن کو تیار کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

یہاں ﴿وَلَا تَتَمَنَّوۡا﴾ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ کسی عورت کے لیے کتنی گھٹیا بات ہو گی کہ وہ اس شش و پنج اور حسرت میں رہے کہ کاش میں مرد ہوتی! آج کل ہمارے معاشرے میں جو لڑکی سے لڑکا بننے کا رواج عام ہو رہا ہے وہ اسی خواہش کا ظہور ہے' جبکہ قرآن نے اس سے واضح طور پر منع کیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اس حرکت پر لعنت فرمائی ہے:

''اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں''۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کو اگر کسی پہلو سے فضیلت دی ہے تو اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس پر تمہیں راضی رہنا چاہیے۔ آگے فرمایا:

''مردوں کے لیے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے۔''

یہاں پھر وہی توجہ دلائی گئی کہ خیر' نیکی' بھلائی' خیرات' حسنات الغرض عام نیکیوں میں تو کوئی فرق ہے ہی نہیں۔ مردوں کے لیے ان کی کمائی میں سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی میں سے حصہ ہے۔

﴿وَسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ﴾ ''اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔''

اگر اللہ نے کسی کو اس اعتبار سے تم پر فضیلت دے دی ہے تو اللہ سے سوال کرو' اللہ تمہیں کسی اور اعتبار سے فضیلت دے دے گا۔ کوئی اخلاقی و روحانی فضیلت دے دے گا۔ تم رابعہ بصریؒ بن سکتی ہو' تم حضرت یاسر ؓ کی اہلیہ حضرت سمیہ ؓ کا سا مقام حاصل کر سکتی ہو' تم ان خواتین کا مقام حاصل کر سکتی ہو جنہوں نے وہ ساری مصیبتیں جھیلیں جو صحابہ کرام ؓ میں سے مردوں نے جھیلیں۔ حضرت اُمّ حبیبہ ؓ نے ہجرت نہیں کی تھی اور ان کو وہ مصیبت آئی کہ حبشہ میں جا کر ان کا شوہر مرتد ہو گیا۔ اس طرح وہ نکاح سے فارغ ہو گئیں' لہٰذا حضور ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے انہیں پیغام بھیجا۔ جب تک پردے کے احکام نہیں آئے تھے تب تک آپؓ زخمیوں کی مرہم پٹی کی خدمات سرانجام دے رہی تھیں۔ اُس وقت تک تمام میدانوں میں عورتیں مردوں کے برابر تھیں۔ اگر اللہ کی راہ میں پہلے جان دینے والے مرد حضرت یاسر ؓ ہیں تو ان کی بیوی حضرت سمیہ ؓ بھی عورتوں میں سے پہلی شہیدہ ہیں۔ یہاں یہ بتا دیا گیا کہ آپ اللہ سے کسی اور پہلو سے فضیلت مانگ لو کہ یہ میدان کھلا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۳۲﴾﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

اس کے بعد آیت 34 میں آ کر بات کھولی گئی:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾

دیکھئے تدریجاً کس طرح اس مضمون کو ان آیات کے اندر آگے بڑھایا گیا ہے۔ اب وہ فیصلہ کن بات آئی ہے جو کڑوی گولی تھی: ''یقیناً مرد عورتوں پر حاکم ہیں''۔ ''قَوّام'' کا صحیح ترجمہ ''حاکم'' کا ہے۔ سورۂ آل عمران میں یہ الفاظ آئے ہیں: ﴿اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا ؕ﴾ (آیت:75) ''جب تک کہ تم اس کے سر پر سوار نہ رہو''۔ یہاں بھی معنی ہو گا کہ مرد کو عورت پر اختیار دیا گیا ہے' وہ اس کی نگرانی کرے' نگہبانی کرے اور اس کے اوپر حکومت کرے۔ یہ ہے مرد کی قوامیت۔ ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ﴾ ''بسبب اس فضیلت کے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر دی ہے''۔ اب بھی بعض کو بعض پر کہا ہے' کیونکہ عورت آسانی سے اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی' لیکن ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ﴾ فرما کر ایک اصول کا حوالہ دیا ہے' اور دوسرا سبب اس فضیلت کا یہ بیان کیا: ﴿وَّبِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ ؕ﴾ ''اور بسبب اس کے جو وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں میں سے۔''

اللہ تعالیٰ کا عدل یہ ہے کہ اگر اس نے مرد کو جسمانی قوت زیادہ دی ہے تو بوجھ بھی اُسی پر ڈالا ہے اور عدل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ یہ عدل نہیں ہے کہ ایک کمزور اور ایک قوی انسان کو آپ برابر کام کرنے کا کہیں' یہ ظلم ہے۔ عدل اور توازن تو یہ ہو گا کہ جس کی جتنی استعداد ہے اس کے مطابق اس کو مکلف بنایا جائے' جیسے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے

خود یہ اصول بیان فرمایا: ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ﴾ (آیت: 286) ’’اللہ کسی جان کو مکلف نہیں ٹھہراتا مگر اس کی استطاعت کے مطابق‘‘۔ چنانچہ اللہ نے ہر انسان کو اس کی استعداد کے مطابق ہی مکلف ٹھہرایا ہے۔ یہ ہے توازن‘ یہ ہے عدل۔ تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس کو کتنی طاقت اور کیا نفسیاتی ساخت دی ہے۔

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ﴾ کے اصول کی روشنی میں اب ہم مرد وعورت کی ذمہ داریوں کے فرق کو بیان کرتے ہیں۔ وراثت میں بیٹی کے مقابلے میں بیٹے کو دوگنا حصہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹے کو پورے خاندان کی کفالت کرنی ہے جبکہ بیٹی کے ذمے کسی کی کفالت نہیں‘ بلکہ وہ تو خود کسی کی کفالت میں ہوگی۔ عورت کو پورا حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ایک پیسہ بھی شوہر کے گھر پر خرچ کرے یا نہ کرے‘ اس کی مرضی ہے۔ اس بارے میں یہاں تک آیا ہے کہ ایک خاتون نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں‘ تمہیں دوہرا اجر ملے گا۔ حالانکہ اولاد اپنے والدین کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا‘ اس لیے کہ بیوی تو اس کے زیر کفالت ہے‘ اس کی کفالت تو اسے کرنی ہی ہے‘ اس لیے زکوٰۃ میں اس کا حق نہیں ہے۔ اولاد اپنے والدین کو اس لیے زکوٰۃ نہیں دے سکتی کہ والدین کا تو حق ہے کہ آپ ان کی ہر ضرورت پوری کریں اور ان کی خدمت کریں۔ لیکن بیوی پر شوہر کی ذمہ داری نہیں ہے‘ لہٰذا بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ یہ ایک مکمل نظام ہے‘ اس کی ساری چولیں بہت مربوط ہیں‘ اس میں آپ کسی ایک شے کو اٹھا کر علیحدہ نہیں کر سکتے۔

اسی طرح شہادت کا معاملہ ہے۔ شہادت حق نہیں بلکہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے‘ خاص طور پر فوجداری مقدمات میں بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ غنڈوں کے خلاف شہادت دے کر تو دیکھئے آپ کو دن میں تارے نظر آ جائیں گے۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے بڑی تاکید آئی ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ؕ﴾ (البقرۃ: 140) ’’اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی شہادت ہو اور وہ اسے چھپا دے‘‘۔ شہادت تو ادا کرنا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِشَھٰدٰتِھِمْ قَآئِمُوْنَ ﴾ (المعارج) ’’اور (مؤمن وہ ہیں) جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں‘‘۔ شہادت کی یہ ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے جبکہ عورت پر اس کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔

یہاں یہ اصول نوٹ کر لیجیے کہ اسلام نے عورت کو مکمل قانونی تشخص دیا ہے۔ وہ ایک لیگل پرسن ہے۔ وہ اپنی جائیداد بنا سکتی ہے‘ وہ انویسٹ کر سکتی ہے‘ کاروبار کر سکتی ہے‘ اپنا مال اپنے پاس رکھ سکتی ہے‘ شوہر پر کچھ خرچ کرے نہ کرے‘ لیکن اس سے اپنا نفقہ وصول کر سکتی ہے۔ یہ سارے اس کے حقوق ہیں‘ لیکن کئی اعتبارات سے مرد کی قانونی حیثیت عورت کے مقابلے میں قوی تر ہے۔ مثلاً وراثت‘ شہادت اور سب سے زیادہ جو معاملہ عائلی قوانین سے متعلق ہے: ﴿الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ؕ﴾ (البقرۃ: 237) ’’نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے‘‘۔ یعنی وہ طلاق دے سکتا ہے‘ عورت طلاق دے نہیں سکتی لیکن خلع کے ذریعے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے لیے اسے کسی تیسرے کو درمیان میں ڈالنا ہوگا‘ وہ قاضی ہو‘ بزرگ ہو یا خاندان کے بڑے ہوں۔ اور پھر اسے مرد کو راضی کرنا ہوگا چاہے اپنے مہر کا کوئی حصہ چھوڑ کر‘ چاہے کسی اور انداز میں‘ لیکن اسے طلاق کا اختیار نہیں ہے۔ اب جن معاشروں میں بیوی کو بھی طلاق کا برابر اختیار دیا گیا ہے تو وہاں خاندان کے ادارے کی تباہی کے لیے گویا پہلے ہی اس کے اندر بارود بھر دیا گیا ہے۔ یہ ہے مرد کی قوامیت خاندان کے ادارے‘ قانونی نظام اور بالخصوص عائلی نظام میں۔ ویسے پورے تمدنی نظام میں آپ کو یہ قوامیت نظر آئے گی کہ بھاری اور بوجھل کام مردوں کے ذمہ ہیں‘ جبکہ عورت کے لیے اصل دائرہ کار اس کا گھر ہے اور اولاد کی پرورش اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ قوم کے مستقبل کی امین ہے۔ مرد کو قوم کے حال کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے لیکن قوم کا مستقبل تو اگلی نسل سے وابستہ ہے۔ اس کے لیے عورت کی گود بہترین تربیت گاہ اور بہترین درس گاہ ہے‘ اسی سے اس کے اندر بہترین جذبات کا احساس پیدا ہوگا۔

مرد وعورت کے مابین تقسیم کار اور قانونی سطح پر مرد کی عورت پر فوقیت‘ نص قرآنی کی رو سے ہمارے دین کے نظام کا جزو لاینفک ہے۔ لہٰذا اس کو تو ہر صورت ماننا پڑے گا‘ یہ کڑوی گولی حلق سے نیچے اتارنی پڑے گی ع ’’تاب لاتے ہی بنے گی غالب‘‘! اگر نہیں مانتے تو پھر سیدھی سی بات ہے کہ قرآن کے احکام آپ کے لیے قابل قبول نہیں! جس زمانے میں عورت کا مقام اور پردہ کے متعلق میرے حوالے سے controvercy چل رہی تھی‘ اس زمانے میں پاکستان ٹائمز میں ایک صاحب کا خط شائع ہوا تھا‘ جس میں انہوں نے کھل کر لکھا تھا کہ ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ قرآن عورت کو ایک ثانوی حیثیت دیتا ہے اور ہمیں اب اجتہاد کے ایسے اصول تلاش کرنے چاہئیں جو قرآن کو بھی اوور رول کر سکیں‘ اوور رائٹ کر سکیں۔ ظاہر ہے اگر عورت کی ثانوی حیثیت کو تسلیم نہیں کرنا تو پھر آپ کو مان لینا چاہیے کہ آپ قرآن کی پیروی نہیں کریں گے‘ قرآن کو اپنا حاکم نہیں بنائیں گے بلکہ آپ اپنے آپ کو قرآن پر حاکم بنائیں گے۔ آپ قرآن کے پیچھے نہیں چلیں گے بلکہ قرآن کو اپنے پیچھے گھسیٹنے کی کوشش کریں گے۔ قرآن‘ اسلام اور محمد رسول اللہﷺ کی تعلیمات سے تو یہی اصول ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ ثابت ہے اور ہمارا پورا عائلی نظام اسی اصول پر قائم ہے۔ یہ ایک مثال ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے کہ ہمارے معاشرے کا مزاج کتنا سیکولر ہو چکا ہے‘ اور دین کے خلاف کتنا نشوز‘ کتنی بغاوت اور دین کی اہم ترین باتوں کا کس قدر انکار اس معاشرے کے اندر موجود ہے۔ (جاری ہے)

۞۞۞

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی دو بیٹیوں جن کی عمر بالترتیب 36 اور 40 سال ہے۔ تعلیم ایم ایف اے اور ایم اے اور اس کے علاوہ تعلیم دین کورس (الہدیٰ) بمعہ ڈپلومہ ٹیکسٹائل کے لیے ہم پلہ برسر روزگار کا رشتہ درکار ہے۔ عمر کے بہت زیادہ فرق اور پہلی بیوی کی موجودگی والے حضرات سے معذرت ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4599480

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر کشمیری بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 19 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ گوجرانوالہ اور لاہور کے گردونواح کے لوگ رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-8499697

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بنت حارث

فرید اللہ مروت

ام عطیہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کا شمار بڑی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔

نام ونسب

نسیبہ بنت حارث نام، انصار کے قبیلہ مالک بن النجار سے تھیں۔

اسلام

ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پہلے ہی دعوت اسلام سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئی تھیں۔

جب رحمت عالم ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ جوق در جوق سعادت اندوز اسلام ہونے لگے۔ آپ نے بیعت کی خواہش مند عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ ان خواتین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ جب تمام خواتین اس مکان میں جمع ہوگئیں تو حضور ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں:

1۔ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔
2۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔
3۔ چوری نہ کریں گی۔
4۔ زنا سے بچیں گی۔
5۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گی۔
6۔ اچھی باتوں سے انکار نہ کریں گی۔

بیعت کے بعد ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اچھی باتوں سے انکار نہ کرنے کیا مطلب ہے؟'' عمر نے جواب دیا: ''نوحہ اور بین نہ کرنا۔''

غزوات میں شرکت

اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا عہدِ رسالت کے سات معرکوں میں شریک ہوئیں، جن میں وہ مردوں کے لیے کھانا پکاتیں، ان کے سامان کی حفاظت کرتیں، مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں ان کا ایک لڑکا کسی غزوہ میں شریک تھا، بیمار ہوکر بصرہ آیا، اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں تھیں، خبر ملی تو نہایت عجلت سے بصرہ روانہ ہوئیں لیکن پہنچنے سے ایک دو دن قبل وہ وفات پاچکا تھا۔ یہاں آکر انہوں نے بنوخلف کے قصر میں قیام کیا، بخاری کی ایک حدیث میں وہ کہتی ہیں: ''ہم کو ممانعت کی گئی ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، ہاں خاوند کی موت پر (بیوی کو) چار ماہ دس دن سوگ کرنے کا حکم ہے۔ اس دوران میں (بیوہ عورت) نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو ملے نہ عصب (ایک قسم کی یمنی چادر) کے سوا رنگا ہوا کپڑا پہنے۔''

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں روایت کرتی ہیں کہ ہم کو جنازوں کے ساتھ جانے کی ممانعت کردی گئی تھی لیکن زور دے کر منع نہیں کیا گیا تھا۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ عورتیں کم صبر کرنے والی اور زیادہ جزع فزع کرنے والی ہوتی ہیں۔ اس لیے انہیں جنازوں کے ساتھ قبرستان میں جانے سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں اگر کوئی صابرہ اور تقویٰ شعار ہو تو وہ جاسکتی ہے۔

غسل میت میں مہارت

غسل میت میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی اور رسول اللہ ﷺ نے غسل میت کی انہیں اچھی طرح تعلیم دی تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ اس کا طریقہ سیکھنے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز مقامات سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

8ھ میں آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی زینب کا انتقال ہوا تو اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا اور چند عورتوں نے ان کو غسل دیا، آنحضرت ﷺ نے ان کو نہلانے کی ترکیب بتلائی۔

فضل وکمال

علم وفضل کے اعتبار سے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بڑے اونچے درجے پر فائز تھیں۔ محدثین نے روایت حدیث کے لحاظ سے انہیں صحابہؓ (صحابیاتؓ) کے چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے۔ ان سے اکتالیس احادیث مروی ہیں۔ راویوں میں حضرت انسؓ بن مالک، ابن سیرینؒ، ام شراحیلؒ، حفصہ بنت سیرینؒ وغیرہ شامل ہیں۔

اخلاق وعادات

آپؓ حضرت محمد ﷺ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ بھی ان سے محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ نے ان کے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انہوں نے اس کا گوشت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا۔ آپ گھر میں تشریف لائے تو کھانے کے لیے مانگا، بولیں: اور تو کچھ نہیں ہے البتہ جو بکری آپؐ نے نسیبہ کے پاس بھیجی تھی اس کا گوشت رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''لاؤ، کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہنچ چکی۔'' حضرت محمد ﷺ کے ساتھ آپ کے اعزّہ واقارب سے بھی اچھے تعلقات تھے۔

اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا احکام نبوی کی پوری پابندی کرتی تھیں، حضرت محمد ﷺ نے بیعت میں نوحہ کی ممانعت کی تھی، اس پر انہوں نے ہمیشہ عمل کیا، چنانچہ بیعت ہی کے وقت آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ فلاں خاندان کے لوگ میرے ہاں رہ چکے ہیں، اس لیے مجھ کو بھی ان کے ہاں جاکر رہنا ضروری ہے، آپ اس خاندان کو مستثنیٰ کردیجیے۔ چنانچہ آپؐ نے مستثنیٰ کردیا۔ حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے ''الاستیعاب'' میں ام عطیہ کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ''صحابیات میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔''

اولاد

آپؓ کے ایک فرزند کے سوا کسی دوسری اولاد کا کتابوں میں ذکر نہیں ہے اور نہ کسی نے ان کے شوہر کا تذکرہ کیا ہے۔

وفات

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کی زیادہ تفصیلات کتب سیر میں نہیں ملتیں اور نہ ان کا سالِ وفات کسی نے بیان کیا ہے۔ البتہ اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ وہ عہدِ خلافت راشدہ میں زندہ تھیں۔ ان کے فرزند کی وفات کا واقعہ خلافت راشدہ کے زمانے ہی میں کسی وقت پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے بصرہ میں مستقل اقامت اختیار کرلی اور وہیں کسی وقت وفات پائی۔

وہ اپنی وفات تک احادیث رسولؐ روایت کرنے میں مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات کو بلند کرے اور اپنی رضا سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

اپنے عمل کا حساب

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

کہانی 11 ستمبر 2001ء سے شروع ہوئی۔ امریکا کی سونڈ پر داغ لگا۔ اس کی قوت وشوکت کی علامت ورلڈ ٹریڈ سینٹر زمین بوس ہوا۔ پے درپے ہوائی جہازوں کے حملوں نے واحد سپر طاقت کو حواس باختہ کر دیا اور یہاں سے امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ کا آغاز ہوا۔ کل 60 ممالک کسی نہ کسی درجے میں شریک ہوئے۔ پوری عسکری بارات افغانستان آن اتری۔ صرف زمینی آلاتِ حرب وضرب ہی نہ تھے۔ خلائی، ہوائی، بحری بیڑے، سیٹلائٹ اور کامیاب ترین ہدف پہچاننے والے جادوئی مشینی آلات بھی ہیلی کاپٹروں، ہوائی جہازوں میں فٹ تھے۔

اس جنگ کا مرکز کابل سے ایک گھنٹے کی مسافت پر بگرام کا ہوائی اڈا امریکی قوت وشوکت کا قلعہ تھا۔ انتقامی جذبے کی تسکین کے لیے بگرام میں نیویارک شہر کے فائر بریگیڈ کے عملے اور پولیس نے 'آنجہانی' ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی منہدم عمارت کا ایک ٹکڑا 2001ء میں لا کر دفن کیا تھا۔ اور پھر چل سو چل۔ 20 سالوں میں امریکا کی فوجی، معاشی طاقت کا پورا قبرستان یہاں آباد ہو گیا۔ تاریخ کے آئینے میں ایسا ہی ایک واقعہ ملاحظہ کیجیے۔

سیدنا عمر ؓ کا دور ہے۔ شاہانِ فارس کی سرزمین پر فتوحات کے لیے لشکرکشی ہے۔ شاہ فارس یزدگرد کے پاس نعمان بن مقرن ؓ کی قیادت میں وفد پہنچا، اسلام کی دعوت دینے۔ وہ منظور نہ ہو تو جزیہ دے کر مسلم حکمرانی قبول کی جائے، وہ بھی منظور نہ ہو تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ کا پیغام لیے۔ اپنے وقت کے بے مثل شان وشوکت بھرے دربار (وائٹ ہاؤس جس کے مقابل بے وقعت ہے۔) میں عرب بہادروں کا یہ وفد کندھوں پر پڑی چادریں، ہاتھوں میں کوڑے، سادہ ترین لباس خاک آلود دیکھ کر یزدگرد کا کبر ونخوت اور بڑھ گیا۔ ہتک آمیز گفتگو اور دھمکیوں کے بعد کہا کہ اگر قاصدوں کا قتل خلافِ اصول نہ ہوتا تو تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ جاؤ تمہارے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔ اس کے بعد مٹی کا ٹوکرا لانے کا حکم دیا اور کہا، ان میں سے جو سب سے زیادہ معزز ہو یہ ٹوکرا اس کے سر پر لاد کے، اسے ہانکتے ہانکتے مدائن سے باہر نکال دو۔ ''جاؤ اپنے سردار سے کہہ دو کہ میں تمہاری سرکوبی کے لیے رستم کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اسے اور تمہیں قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔'' اس پر عاصم بن عمرو ؓ کھڑے ہوئے اور کہا: میں ان میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور اطمینان سے مٹی کا ٹوکرا اپنے کندھوں پر اٹھائے اپنی سواری سے قادسیہ پہنچے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو سارا قصہ سنایا اور کہا: انہوں نے اپنی زمین خود ہی ہمیں دے دی۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا: ''مبارک ہو! اللہ کی قسم! اللہ نے ان کے ملک کی کنجیاں ہمیں عطا فرما دیں۔'' اور پھر 15 ہجری میں قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ میں رستم اور اس کی فوج ہی قادسیہ کی خندق میں دفن ہوئی۔ سوا لاکھ سے زائد فارسی فوج کے مقابل 30 ہزار مسلمان تھے جو بالآخر ان کی زمین کے وارث ہوئے۔

بگرام کا مہیب قلعہ وہ مرکز تھا جہاں امریکی صدور آ کر تقریریں فرماتے تھے۔ مشہور ومعروف شخصیات آ کر دلجوئی کے لیے لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی کا مظاہرہ کرتیں۔ یہاں بڑے فاسٹ فوڈ سلسلے (برگر کنگ، پیزا ہٹ)، جم، کیفے بھی موجود تھے۔ مشہور 'مدر آف آل Coffees' بھی تھی جو باہر افغانوں پر پھینکے جانے والے سب سے بڑے تباہ کن بم کے نام پر تھی 'مدر آف آل Bombs'۔ اب یہ اپنی شکست خوردہ کیفیت میں ڈوبا قلعہ، ویرانی اور ٹیکنالوجی کے کاٹھ کباڑ (scrap) کا منظر لیے ہے۔ مدینہ کے بنو قینقاع، بنو نضیر کے یہودی قلعوں کی سی کہانی ہے۔ بگرام بدنام زمانہ عقوبت خانہ لیے ہوئے تھا، جس میں ہزاروں طالبان اور عرب قیدی بدترین تشدد کا نشانہ بنائے گئے۔ اس کا اعتراف خود صدر اوباما نے کیا تھا۔ یہ ابوغریب جیل اور گوانتاناموکی مانند انسانی حقوق کی پامالی کا مرکز تھا۔ اس کے در و دیوار ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی اذیت بھری چیخوں کے گواہ ہیں۔ یہیں قرآن کریم کی بےحرمتی کے واقعات ہوئے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں ایک مجاہد قیدی سخت ترین سردی میں پڑا خواب دیکھ رہا تھا۔

مبشرات، سچے خواب، کی تائید وتصدیق سورۃ یوسف میں چار خوابوں کے تذکرے اور ان کی تعبیرات سے ہوتی ہے۔ حدیث کے مطابق: ''مبشرات کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔'' صحابہؓ نے دریافت کیا: مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سچا خواب۔'' (بخاری) فرائڈ اپنی مکمل بے دینی کے باوجود اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ بعض خواب یقیناً پیش گوئی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ قیدی دیکھتا ہے کہ ایک شخص ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں انجیل پکڑی ہے۔ ان کا تعارف حضرت عیسیٰؑ کی حیثیت سے کروایا جاتا ہے۔ قیدی کا تعارف ان سے بگرام میں امریکیوں کے قیدی کے طور پر کروایا گیا تو حضرت عیسیٰؑ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر استقبال کیا اور قیدی کی پیشانی چومی۔ یقین دہانی کروائی کہ آپ کامیاب ہیں' فکرمند نہ ہوں۔ قیدی کی رہائی اور اپنے آنے کی بشارت دی۔ حضرت عیسیٰؑ نے قیدی کے دائیں ہاتھ پر اپنا لعاب لگایا جس سے قیدی کی آنکھ کھل گئی۔ ہاتھ سے خوشبو پھیل رہی تھی اور یوں قید خانے میں خوشبو اور خواب کی خبر پھیل گئی۔ امریکی اس کے بعد تفتیش کے دوران قیدیوں سے خوابوں بارے پوچھا کرتے تھے۔

بگرام سے امریکا کا رخصت ہونا اس کی شکست پر مہر ثبت کر گیا۔ توقع کے برخلاف اڈا افغانوں کے حوالے کسی تقریب کے بغیر خاموشی سے کر دیا گیا۔ گھن گرج سے آمد دبے پاؤں رخصت ہونے پر منتج ہوئی۔ امریکی اہلکار نے اخفا کی شرط پر تصدیق کی کہ تمام امریکی نیٹو افواج بگرام سے نکل گئیں، جس کے باہر موجود مقامی افغان ٹھنڈی آہ بھر کر کہہ رہا تھا: ''طالبان کی حکومت بم مار کر ختم کر دی تھی۔ کیا ملا؟ لاحاصل 20 سالہ جنگ! اب طالبان کو اتنا مضبوط چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ وہ کسی بھی وقت سب کچھ لے

لیں گے۔ کاش یہ کبھی نہ آتے۔ ہمیں کیا دیا؟ تباہی بربادی، قتل وغارت، غم واندوہ ہم پر ڈالے۔'' یہ جو امریکا کے نکلنے پر بھی سیکولر درخواست گزار رہے کہ افغانستان کو امن دے کر جائیں! امریکا کی پٹاری میں امن کہاں! فلسطینیوں سے بھی پوچھ لیں، اسرائیل کے پشت پناہ امریکا بارے!

بیس سال کے دوران پہلے افغانستان میں تابوتوں کا کاروبار پھلا پھولا۔ اب امریکی جنگی مشینری، ناکارہ گاڑیاں، پرانا فرنیچر۔ اسکریپ ڈیلروں کی چاندی ہے۔ دوسری جانب پاسپورٹ ویزے بنوانے والوں کے ٹھٹھ لگے ہیں۔ 50 ہزار افغان جو امریکی مخبر وخادم رہے، امریکا انہیں تین وسط ایشیائی ریاستوں میں آباد کرنے کی بات چیت کر رہا ہے۔ اندر موسم یہ ہے کہ یا افغان فوج کا صفایا ہو رہا ہے یا وہ رضا کارانہ ہتھیار ڈال کر جنگی ساز وسامان طالبان کے حوالے کر رہی ہے۔ جنوری 2018ء میں طالبان 14 ڈسٹرکٹ کنٹرول کر رہے تھے اب 150 ڈسٹرکٹ اور طوفانی رفتار سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اشرف غنی نے جاتی بہار میں کابل ایئرپورٹ پر اپنی بہت بڑی تصویر لگائی ہے۔ اس کی حیثیت کابل میئر کی سی رہ گئی ہے۔

جرمن فوج شمالی افغانستان میں اپنا بڑا مرکز (بگرام کے طرز پر) خالی کر گئی ہے۔ 800 کنٹینروں میں سارا جنگی ساز وسامان اسلحہ بارود لاد بھیجا۔ حتیٰ کہ 27 ٹن کی ایک جنگی یادگار بھی بھیجنی پڑی۔ افغانستان میں چھوڑ کر شرمساری اٹھاتے۔ صدر بائیڈن جھنجلائے نظر آتے ہیں۔ امریکا کے یوم آزادی، 4 جولائی پر بگرام خالی کر کے جنگی بارات بے نیل مرام لوٹ آنے کا غم۔ صحافیوں کے جواب دینے سے انکاری ہو گئے۔ کینیڈا 2014ء میں 12 سال لگا کر 158 فوجی مروا کر واپس چلا گیا تھا۔ سفید فام برتری کا عفریت اب اسلاموفوبیا (جس میں افغانستان میں شکست کا حصہ بھی ہے) بن کر آئے دن وحشت ناک خبریں وہاں نہتے پرامن شہریوں پر ٹوٹ پڑنے کی سامنے لا رہا ہے۔ امریکا نے 650 فوجی سفارت کاروں کی سیکورٹی کے لیے چھوڑنے کی بات کی تو طالبان نے فوراً نوٹس لیا۔ امریکی فوج کو حملوں کا انتباہ دیا۔ ''ایک بھی فوجی رکا رہا تو ردعمل کا حق رکھتے ہیں۔'' (یاد رہے کہ طالبان جنگی حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے 6 سال حکومت کرنے، نفاذِ قانون اور امن قائم کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں۔)

امریکا کے اندرونی حالات یہ ہیں کہ حاضر سروس اور ریٹائرڈ فوجیوں میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ نائن الیون سے اب تک 30 ہزار فوجیوں نے خودکشی کی ہے۔ افغانستان، عراق جنگ میں ہلاک ہونے والے فوجیوں سے زیادہ تعداد ان کی ہے۔ یہ فوجی افغان جنگ کا حصہ تھے، وہاں سے نفسیاتی اور سماجی مسائل کا شکار ہو کر لوٹتے رہے۔ ادھر صدر بائیڈن کی افغان مددگاروں سے ہمدردی بلاسبب نہیں۔ یہ آڑے وقت میں مخبر اور کارندے بن کر دوبارہ کام آئیں گے۔ کافر منافق گٹھ جوڑ فطری ہے۔ ان پر اللہ کا غضب بلاوجہ تو نہیں۔ حدیث میں تنبیہ: ''میرے بعد مجھے تم لوگوں کے لیے سب سے زیادہ اندیشہ چرب زبان منافقین سے ہے۔'' (طبرانی)

ہمسائیگی میں تمام حالات پر سنجیدگی، وحدتِ فکر اور تلافیٔ مافات ضروری ہے۔ گزشتہ پالیسی پر اسٹاک ٹیکنگ کرنی اور آئے دن بدلتے بیانات کی غیر ذمہ دارانہ روش سے بچنا ہوگا۔

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 تا 30 جون 2021ء)

جمعرات (24 جون 2021ء) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (25 جون 2021ء) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ رات 9 بجے کراچی سے لاہور کے لیے روانگی ہوئی۔ موسم کی خرابی کی بنا پر فلائٹ اسلام آباد چلی گئی، وہاں سے رات گئے 3 بجے فلائٹ لاہور پہنچ سکی۔

ہفتہ (26 جون 2021ء) کی صبح 09:00 بجے توسیعی عاملہ کے تربیتی سیشن میں شرکت کی، جو ایک بجے تک جاری رہا۔ عصر سے قبل 4 بجے دین حق ٹرسٹ کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نماز عصر توسیعی عاملہ کے اجلاس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

اتوار (27 جون 2021ء) کی صبح 08:30 بجے توسیعی عاملہ کے دوسرے سیشن میں شرکت کی۔ یہ اجلاس دوپہر ایک بجے تک جاری رہا۔ بعد نماز ظہر رفیق تنظیم وکیل احمد کے نکاح کے موقع پر گفتگو کی۔ بعد ازاں نائب امیر، ناظم اعلیٰ محمد ناصر بھٹی اور ڈاکٹر طاہر خاکوانی سے کھانے پر ملاقات کی۔

پیر (28 جون 2021ء) کو ناشتے پر علماء کے ایک وفد سے ملاقات کی۔ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور عطاء الرحمن عارف صاحب سے ملاقات رہی۔ اس موقع پر نائب امیر بھی شریک رہے۔ بعد نماز ظہر ایک انٹرویو ریکارڈ کروایا۔ شام کو کراچی واپسی ہوئی۔

منگل (29 جون 2021ء) کو کراچی میں پالیسی سٹیٹمنٹ ریکارڈ کروائی۔ شام کو تربیتی کورسز میں لیکچرز دیئے۔ جاوید عثمانی (مرحوم) کے صاحبزادے سے گھر جا کر ان کے والد کی تعزیت کی۔

بدھ (30 جون 2021ء) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر صاحب سے معمول کے مطابق آن لائن رابطہ رہا۔

دعائے مغفرت
إنا للہ وإنا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے نقیب جناب جاوید اقبال عثمانی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0300-2732544

☆ حلقہ ملاکنڈ، سوات کے مبتدی رفیق شاہ فیصل کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0348-9087335

☆ حلقہ کراچی شمالی، نیو کراچی کے نقیب محمد عمران کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-2834934

☆ حلقہ کراچی جنوبی، اختر کالونی کے مبتدی رفیق مشتاق احمد کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-2378728

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کلفٹن کے مقامی امیر محمد طاہر الیاس کے پھوپھی زاد اور ناظم مالیات کلفٹن ذکی رضوان کے تایا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-2555155

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق محمد فیصل منصوری کے تایا کے بیٹے وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی، گلشن معمار کے مبتدر رفیق جناب وقاص احمد کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0317-2017417

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، گل گشت کے ملتزم رفیق جناب محمد ادریس چشتی کے ماموں وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0305-9638561

☆ معتمد حلقہ پنجاب جنوبی شوکت حسین انصاری کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0322-6187858

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

مشتری ہوشیار باش!

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی تصانیف وتالیفات مکتبہ خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام اعلیٰ طباعتی معیار پر شائع کی جاتی ہیں۔ لیکن کچھ عاقبت نااندیش ناشرین ہماری مطبوعات، بالخصوص ''بیان القرآن'' کے ''Pirated Edition'' ناقص کاغذ پر غیر معیاری طباعت کے ساتھ شائع کر کے انہیں مارکیٹ میں اور آن لائن فروخت کر رہے ہیں۔ ان کتابوں کے ناقص طباعتی معیار کی شکایات بڑے پیمانے پر موصول ہو رہی ہیں۔ چنانچہ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی تالیفات خریدتے وقت محتاط رہیں اور خریداری سے پہلے تسلی کر لیں کہ وہ واقعتاً اصلی اور معیاری کتب خرید رہے ہیں۔

المعلن: مدیر مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)
maktaba@tanzeem.org

انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے زیر اہتمام

مؤسس: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ایک سالہ
فہم القرآن کورس
(صرف مردوں کے لیے)

اسلام آباد کے سرسبز وشاداب اور پرفضاء پہاڑوں کے دامن میں علم دین سیکھنے کا سنہری موقع۔

آغاز 02 اگست 2021ء

مضامین:

1. تجوید القرآن
2. ترجمۃ القرآن
3. عربی گرامر

- سیرت النبی ﷺ
- حدیث مبارکہ
- مطالعہ لٹریچر
- سیرت صحابہ اکرامؓ
- بنیادی فقہ
- مطالعہ قرآن حکیم (منتخب نصاب)

اوقات: پیر تا جمعہ، صبح 8:30 سے دوپہر 12:20 بجے

ہاسٹل کی سہولت میسر ہے

رابطہ: 0300-5211275 | 0331-5987280

انٹرویو: 01 اگست 2021ء بروز اتوار صبح 08 تا شام 06

https://g.co/kgs/gdB1pX

بمقام: مسجد جامع القرآن چیپونے (تمیر) نزد چیراہ چوک اسلام آباد

الداعی الی الخیر: انجمن خدام القرآن اسلام آباد

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 39 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

مضامینِ تدریس

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد وخواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرائمر (صرف ونحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولُغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
- سیرت وشمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث واصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان وادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

☆ آغاز رجسٹریشن 1 اگست ☆ انٹرویو 23 اگست

آغاز 24 اگست 2021 (ان شاء اللہ)

ایام تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔
لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے اپنی رجسٹریشن کروالیں۔

اوقات تدریس:
صبح 8 بجے تا 12:30

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز —— قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem. org
www.tanzeem.org

زیر انتظام مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org
03161466611 - 04235869501-3

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.26

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore